توصیف

حسین سحر

توصیف

حسین سحر

ISBN 969933710-9
9 789699 337109

www.furqaneazeem.com
www.hussainsahar.com

توصیف

مناقب وسلام

حسین سحر

سحر سنز..........لاہور/ملتان

ضابطہ

(جملہ حقوق محفوظ)

اشاعت اوّل:......................جنوری 2009
اشاعت دوم:......................مئی 2009ء
اہتمام:.............................الکتاب گرافکس پل شوالہ ملتان
عکاسی تصویر پس ورق:...........مہروز حسین
ناشر:..........................سحر سنز لاہور/ملتان061-4548054
قیمت:..........................-/200روپے
یوایس ڈالر:......................10$
اماراتی درہم:......................25

ملنے کا پتا

کتاب نگر......حسن آرکیڈ ملتان چھاؤنی

ابومیسون اللہ بخش نے عاتکہ پرنٹرز سے چھپوا کر
الکتاب گرافکس پل شوالہ ملتان سے شائع کی۔
ISBN-978-969-9337-10-9
Website address
www.hussainsahar.com

انتساب

اپنی پیاری بیٹیوں
زیبا شہزاد اور فائزہ مہزاد
کے نام

ترتیب

مناقب:

۱۔	عقدہ کشا	12
۲۔	ترانۂ جشن ولادتِ علیؑ	14
۳۔	جانِ ولایت	15
۴۔	یا علیؑ	16
۵۔	مشکل کشا	17
۶۔	حیدر وصفدر	18
۷۔	علیؑ علیؑ	19
۸۔	امیرِ کائناتؑ	20
۹۔	اقتدارِ علیؑ	22
۱۰۔	نورِ باب العلم	24
۱۱۔	فاطمہؑ	25
۱۲۔	ابرِ گہر بار	27
۱۳۔	زہراؑ	29
۱۴۔	بتولؑ	30
۱۵۔	پیکرِ انوار	31
۱۶۔	حسنؑ	32
۱۷۔	عکس رحمت اللعلمیں	33
۱۸۔	سخی ابن سخی	34
۱۹۔	امام امن وآشتی	36
۲۰۔	بحرِ بیکراں	37
۲۱۔	ابنِ مرتضیٰ	40
۲۲۔	رسول کا نواسہؑ	42

۲۳۔	حسین ابن علیؑ	44
۲۴۔	امام عاشقاں	47
۲۵۔	حسینؑ	50
۲۶۔	فرزند شاہِ خیبر واحزاب	51
۲۷۔	شبیرؑ	53
۲۸۔	یا حسینؑ	54
۲۹۔	راکبِ نوکِ سناں	55
۳۰۔	ناخدائے جہاں	56
۳۱۔	ہل من ناصر ینصرنا	57
۳۲۔	روشنی	58
۳۳۔	عباسؑ	60
۳۴۔	علمدار وفا	62
۳۵۔	معنیٔ حرفِ وفا	64
۳۶۔	یا غازی عباس	66
۳۷۔	بنتِ علیؑ	67
۳۸۔	شبیہِ فاطمہؑ	69
۳۹۔	زین العبا	70
۴۰۔	عزم کی دیوار	72
۴۱۔	اظہارِ ولا	74
۴۲۔	منقبت امام زین العابدینؑ	75
۴۳۔	منقبت امام باقرؑ	78
۴۴۔	منقبت امام جعفر صادقؑ	79
۴۵۔	منقبت امام کاظمؑ	81
۴۶۔	منقبت امام رضاؑ	83
۴۷۔	منقبت امام تقیؑ	85

۴۸۔	منقبت امام نقیؑ	87
۴۹۔	منقبت امام عسکریؑ	89
۵۰۔	جامع صفات	90
۵۱۔	امام عصر	91
۵۲۔	مردِ حق شعار	93
۵۳۔	قائم آلِ عبا	96
۵۴۔	پیشوائے زماں	98
۵۵۔	شمع ہدیٰ	100
۵۶۔	جانِ انتظار	101
۵۷۔	رشکِ سلیمانؑ	102
۵۸۔	اب تک	104
۵۹۔	امامِ حق	105
۶۰۔	روحِ عصر	107

منظومات:

۱۔	مباہلہ	110
۲۔	غدیر	112
۳۔	شب عاشور	114
۴۔	یوم عاشورہ	115
۵۔	علم	116
۶۔	خاکِ شفا	117
۷۔	محبان علیؑ	118
۸۔	شعرائے اہل بیت	119
۹۔	بازارِ کوفہ میں خطبہ جناب زینبؑ	121
۱۰۔	دربارِ یزید میں خطبہ جناب زینبؑ	124

سلام:

۱۔	کن شہیدوں کا لہو ہے کربلا	130
۲۔	پیاسے مسافروں کی اک یاد کربلا ہے	132
۳۔	دردو غم والم کی تصویر کربلا ہے	133
۴۔	توریتِ غم ہے دکھ کی انجیل کربلا ہے	135
۵۔	نوکِ سناں پہ حق کا اعلان کربلا ہے	137
۶۔	زخم پر زخم کھا رہے ہیں حسین	138
۷۔	زمانہ پوچھ رہا ہے کہاں کہاں ہے حسین	140
۸۔	تمام قصۂ اسلام ہے کتاب حسین	142
۹۔	عجیب عزو جاہ واحتشام ہے حسین کا	144
۱۰۔	بلند کوئی نہیں سر حسین سے بڑھ کر	146
۱۱۔	کٹا کر اپنا سر شبیر تو نے	148
۱۲۔	زمیں کو سجدۂ آخر سے لرزاں کر دیا تو نے	150
۱۳۔	وجود انساں جہاں جہاں ہے	151
۱۴۔	دیارِ درد کی ساری فضا بھی روتی ہے	153
۱۵۔	شعلہ سا سرِ دشت ہر اک سایہ ہے جیسے	154
۱۶۔	چمن میں رنگِ لالہ رہ گیا ہے	155
۱۷۔	سناں کی نوک پہ پیغام حق سنایا ہے	156
۱۸۔	علم وعرفانِ خودی لیتے ہیں ہم	157
۱۹۔	سرشکِ خوں سے نظر کے ایاغ جلنے لگے	158
۲۰۔	درد سے بے نیاز کوئی نہیں	159
۲۱۔	یادِ شہ میں کھل رہے ہیں چشم پرنم کے گلاب	160
۲۲۔	کہیں گے جس کو گل ماہتاب کی خوشبو	161
۲۳۔	کٹ کر بھی سر بلند ہے نیزے کی نوک پر	162
۲۴۔	آنکھ سے شاہ کے غم میں ہیں جو آنسو نکلے	163

۲۵۔	قافلہ شاہ کا یوں بر سر صحرا اُترا	164
۲۶۔	نے تخت ہے قبضے میں نہ سر پر ہے ترے تاج	165
۲۷۔	پلکوں پہ ستارے سے جو لہرائے ہوئے ہیں	166
۲۸۔	نہیں ہے صرف جبینِ حسین سجدے میں	167
۲۹۔	درد کے کتنے جزیروں سے گزر آیا ہے	168
۳۰۔	کیا عز و جاہ و شان ہے کیا احتشام ہے	169
۳۱۔	نہیں ہے شے کوئی اس ایک بات سے بڑھ کر	170
۳۲۔	یہ جو چہرے ہیں جگمگائے ہوئے	171
۳۳۔	کون سی مقدس یہ گودیوں کے پالے ہیں	172
۳۴۔	جونہی آتا ہے محرم	173
۳۵۔	نہیں ہے دشتِ بلا میں حسینؑ نیزے پر	175
۳۶۔	آنکھوں سے جو ہوتی ہے مری اشک فشانی	176
۳۷۔	تو ایسا چاند ہے جو ڈوب کر اُبھرتا ہے	178
۳۸۔	ہدف جو تیرِ ستم کا گلوئے اصغر تھا	179
۳۹۔	یہ کس نے ایک نظر دیکھ کر ترحم سے	180
۴۰۔	یہ سوچ کر ہی بشر کا دماغ جلتا ہے	181
۴۱۔	تازیانہ کجلاہی کے لئے	182
۴۲۔	حسینؑ وہ الم و درد کا خزینہ ہے	183
۴۳۔	کچھ اس ادا سے مدحتِ آلِ عبا کروں	184
۴۴۔	ہر اہلِ صدق درد کے مقتل میں ہے ابھی	185
۴۵۔	فنا کا ہاتھ میری چشمِ نم کو چھو نہیں سکتا	186
۴۶۔	قاریِ سناں پہ کوئی بھی سر ہو نہیں سکا	187
۴۷۔	روشن جو آج فکر و نظر کے چراغ ہیں	189
۴۸۔	ہر ایک ذرہ یوں ہے خاکِ پاک کا قرینِ حق	190
۴۹۔	کسی کو دولتِ جہاں کسی کو سلطنت ملی	191
۵۰۔	شہیدوں کے مطہر خون کی تاثیر باقی ہے	192

مناقب

عقدہ کشا

جلوہ نمائے عرشِ علا کا ظہور ہے
کعبے میں آج نورِ خدا کا ظہور ہے

مدت سے انتظار تھا جس کا رسولؐ کو
مقبولِ حق اک ایسی دعا کا ظہور ہے

موسیٰؑ کے ساتھ جیسے ہے ہارونؑ کا مقام
بہرِ نبیؐ وجودِ وفا کا ظہور ہے

ہستی ہے جس کی پیکرِ آیاتِ بیّنات
اُس مصحفِ بیان و ادا کا ظہور ہے

نہج البلاغہ جس کی بلاغت کا ہے ثبوت
اس بابِ شہرِ علمِ خدا کا ظہور ہے

ہاتھوں پہ جس کے فتح مبیں ہے لکھا ہوا
آج اس جری و مردِ وغا کا ظہور ہے

کیوں دور ہوں نہ آج زمانے کی مشکلات
مشکل کشا و عقدہ کشا کا ظہور ہے

قاتل کو بھی عطا جو کرے ساغرِ نبات
ایسے عظیم مردِ سخا کا ظہور ہے

اونٹوں کی جو قطار ہی سائل کو بخش دے
اس چشمۂ سخا و عطا کا ظہور ہے

کافور کیسے جہل کی تاریکیاں نہ ہوں
شمعِ شعور کی جو ضیا کا ظہور ہے

لوٹے گا جس کے ایک اشارے پہ آفتاب
اس معجزہ نما کی ضیا کا ظہور ہے

ہیبت نہ کیسے مرحب وعنتر پہ آج ہو
خیبر شکن کا شیرِ خدا کا ظہور ہے

ہے اُس کا نام چارۂ آلامِ روزگار
ہر دردِ لادوا کی دوا کا ظہور ہے

جو قبلہ گہ ہے اہلِ نظر کے لئے سحرؔ
اُس پیشوا و راہ نما کا ظہور ہے

ترانۂ جشنِ ولادتِ علیؑ

جشنِ ولادتِ شیرِ خدا ہے جشنِ شہانہ علیؑ علیؑ
خلد میں آج ہے حور و ملک کے لب پہ ترانہ علیؑ علیؑ

آج ہے آمد حق کے ولی کی
برآئی اُمید نبیؐ کی
آیا ہے پھر چاروں طرف خوشیوں کا زمانہ علیؑ علیؑ

شاہِ ہدیٰ تشریف ہیں لائے
چھٹ گئے کفر اور شرک کے سائے
حق آیا اور مٹ گیا سب باطل کا فسانہ علیؑ علیؑ

کعبے کی پُرکیف بہاریں
رم جھم رم جھم نور پھواریں
برساتی ہیں ہر سو اک رحمت کا خزانہ علیؑ علیؑ

نشۂ حق سے جھوم رہا ہے
کعبے کا در چوم رہا ہے
ساقیٔ کوثر کی آمد پر ہر مستانہ علیؑ علیؑ

جانِ ولایت

سجا ہے آج میدانِ ولایت
کہ ہونے کو ہے اعلانِ ولایت

غدیر خم میں جو ہے جلوہ آرا
وہ ہے سلطانِ ذیشانِ ولایت

زہے عزوجلال و شانِ حیدرؑ
کہ ہے جبریلؑ دربانِ ولایت

علیؑ کا نام روحِ زندگی ہے
علیؑ کی ذات ہے جانِ ولایت

ہے خوشبوئے مودت میرے خوں میں
رگ و پے میں ہے ایمانِ ولایت

میں وہ مستِ مئے حبِ علیؑ ہوں
کہ ہوں سو جاں سے قربانِ ولایت

سحؔر نازاں نہ کیوں تقدیر پر ہوں؟
قلم جو ہے ثنا خوانِ ولایت

یا علیؑ

آپؑ مولودِ حرم ہیں یا علیؑ
مالکِ جاہ و حشم ہیں یا علیؑ

آپ ہیں تسکینِ قلبِ فاطمہ
جانِ سردارِ اُمم ہیں یا علیؑ

صاحبِ نہج البلاغہ، بابِ علم
آپ سلطانِ قلم ہیں یا علیؑ

خوبیاں سب آپؑ کے کردار کی
بابِ جنت پر رقم ہیں یا علیؑ

آپؑ کی درگاہِ پُراجلال میں
سر شہنشاہوں کے خم ہیں یا علیؑ

آپؑ کے نامِ گرامی کے حروف
میرے لب پر دم بہ دم ہیں یا علیؑ

ورد ہے شام و سحر میرا یہی
آپؑ اک بحرِ کرم ہیں یا علیؑ

مشکل کشا

مری حاجت روا کیجے مرے حاجت روا مولا
مری مشکل کو حل کیجے مرے مشکل کشا مولا

یہ میری روح کب سے مبتلائے کربِ عصیاں ہے
گرفتارِ بلا ہوں میں کریں جلد رہا مولا

ملے مجھ کو زمانے کی ہر اک آفت سے چھٹکارا
طفیلِ شاہِ کربل، صدقۂ اہلِ کِسا مولا

مری بجھتی ہوئی شمعِ یقیں کو اب بچا لیجے
نہایت تیز ہے ظالم زمانے کی ہوا مولا

ولا ہے آپ کی قلب و نظر کا سرمدی عرفاں
گراں مایہ سحؔر کو بھی یہ دولت ہو عطا مولا

حیدر و صفدر

فاتحِ بدر و حنین و خندق و خیبر ہیں آپؑ
اپنی تنہا ذات میں جرار اِک لشکر ہیں آپؑ

"لافتیٰ الاعلی لا سیف الا ذوالفقار"
پرچمِ حق کے امیں ہیں حیدر و صفدر ہیں آپؑ

آپؑ ہیں مولا علیؑ شیرِ خدا' دستِ خدا
آپؑ ہیں حق کے ولی ایمان کے پیکر ہیں آپؑ

بابِ شہرِ علم و حکمت آپؑ ہی کا ہے لقب
صاحبِ نہج البلاغہ' صاحبِ منبر ہیں آپؑ

آپ کعبے میں ہوئے پیدا تو مسجد میں شہید
ابتدا سے انتہا تک مرضیٔ داور ہیں آپؑ

منبع رشد و ہدایت آپؑ ہی کی ذات ہے
اولیا و اصفیا کے مرشد و رہبر ہیں آپؑ

علیؑ علیؑ

ہر غمزدہ کے درد کا چارہ علیؑ علیؑ
کتنا حسیں ہے نام تمہارا علیؑ علیؑ

آئے وہیں مدد کو شہنشاہِ لافتیٰ
اسلام نے ہے جب بھی پکارا علیؑ علیؑ

ہے جس کی روشنی سے منور جہانِ علم
ہے چرخِ فکر کا وہ ستارہ علیؑ علیؑ

اس آستاں سے کوئی بھی خالی نہیں گیا
بحرِ کرم کا جیسے ہے دھارا علیؑ علیؑ

ہمت فزائے دہر اگر ہے تو اس کا نام
ہے ڈوبتے دلوں کا سہارا علیؑ علیؑ

چاہے تو آفتاب کو پلٹائے وہ سحر
ہے اک مشیتوں کا اشارہ علیؑ علیؑ

امیرِ کائنات

اگر رسولؐ زینتِ سریرِ کائنات ہے
تو مرتضےؑ کی شخصیت وزیرِ کائنات ہے

نجوم و مہر و ماہ کیوں نہ بیعتِ علیؑ کریں؟
کہ دستِ قدرتِ خدا ہی پیرِ کائنات ہے

بھلا نہ کیسے مشکلات حل ہوں اس کے نام سے؟
کہ ہستیٔ علیؑ ہی دستگیرِ کائنات ہے

تمام خشک و تر کا ہے نظام اس کے ہاتھ میں
علیؑ کی ذاتِ پاک ہی امیرِ کائنات ہے

قلم ہو یا ہو لوح سب اُسی کے ہیں حصار میں
امامِ حق ہی اصل میں دبیرِ کائنات ہے

اُسی کے اک اشارۂ نگاہ کی ہے منتظر
وہ گردشِ فلک کہ جو اسیرِ کائنات ہے

بلاغتوں کا نور حرف حرف میں ہے موجزن
کلامِ بوالحسنؑ ہے کیا؟ صریرِ کائنات ہے

دھڑک رہا ہے ذرہ ذرہ جس کے عکسِ ذات سے
وہ روحِ بوترابؑ ہی ضمیرِ کائنات ہے

جبیں پہ جس کی جگمگا رہا ہے تاجِ ہل اتیٰ
سحرؔ وہ شش جہت میں اک سفیرِ کائنات ہے

اقتدارِ علیؑ

ہر ایک شاخ ہر اک گل پہ ہے بہارِ علیؑ
تمام گلشنِ ہستی ہے زیرِ بارِ علیؑ

یہ مہر و ماہِ درخشاں یہ آسمان و زمیں
کہاں کہاں ہے زمانے میں اختیارِ علیؑ

کہیں ہے خیبری در زیرِ قوتِ بازو
کہیں ہے نانِ جویں پر فقط مدارِ علیؑ

کبھی ستارہ اترتا ہے ان کے آنگن میں
کبھی فلک سے اترتی ہے ذوالفقارِ علیؑ

ہے بوترابؑ کے ہاتھوں میں خشک و تر کا نظام
تمام عالمِ امکاں پہ ہے حصارِ علیؑ

فضائے خیبر و احزاب و بدر ہے شاہد
ہے وجہِ فتح مبیں زورِ کار زارِ علیؑ

پچھاڑ کر بھی عدو کو معاف کر ڈالا
یہی تو عظمتِ کردار ہے شعارِ علیؑ

خدا نے ان کو بنایا ہے خلق کا محسود
یہی شرف ہے کہ ہے وجہِ افتخارِ علیؑ

وہ جبرئیل کا کس طرح ہو نہ ہمسایہ
ملے کسی کو اگر سایۂ جوارِ علیؑ

کوئی بھی دور ہو ہر دور ہے علیؑ کا دور
دلوں پہ آج بھی قائم ہے اقتدارِ علیؑ

جو چاہے پیاس بجھائے وہ علم کے در سے
رواں دواں ہے زمانے میں جوئبارِ علیؑ

ہر ایک نقش کفِ پا ہے منزل عرفاں
صراط صدق و حقیقت ہے رہ گزارِ علیؑ

فضا نجف کی ہے ایقان و معرفت سے پر
ہے اب بھی منبعِ فیضانِ حق دیارِ علیؑ

ہزار دل سے ہوں میں ان کا چاہنے والا
ہزار جان سے میں ہوں سحر نثارِ علیؑ

نُورِ بابُ العلم

یگانہ عہد میں اپنے ہے اک اک رہنما اپنا
الگ منزل ہے اپنی اور الگ ہے راستا اپنا

بھٹک سکتے نہیں ہم منزلِ ایمان سے ہرگز
کہ ہے اوجِ ہدایت پر امیرِ قافلہ اپنا

مرے فکر و نظر کی روشنی کم ہو نہیں سکتی
کیا ہے نورِ بابُ العلم سے روشن دیا اپنا

ہمارے خیر مقدم کے لئے جنت بڑھی آگے
دکھایا ہے مودتؓ نے ہمیں یہ معجزہ اپنا

لبوں پر یا علیؑ مشکل کشا کا ورد ہے جاری
وظیفہ ہے سحرؔ اب تو یہی صبح و مسا اپنا

فاطمہؑ

گلزارِ سرمدی کا گُلِ تر ہے فاطمہؑ
شاخِ محمدیؐ پہ معطر ہے فاطمہؑ

ماہِ چہاردہ کی طرح روشنی سے پر
عصمت کے آسماں پہ منور ہے فاطمہؑ

حلم و حیا و شرم کے معنی یہی ہے ذات
پیشانئ حیات کا زیور ہے فاطمہؑ

اس ذات سے ہے آلِ محمدؐ کا سلسلہ
شانِ نزولِ سورۂ کوثر ہے فاطمہؑ

عز و شرف کا اس سے بڑا کیا مقام ہو
شیرِ خدا کی ہمدم و ہمسر ہے فاطمہؑ

حدِ نگاہ تک ہے جو بے حد و بے کنار
صبر و رضا کا ایسا سمندر ہے فاطمہؑ

اک اک حیاتِ پاک کا لمحہ گواہ ہے
ہر ہر قدم پہ مونسِ حیدرؑ ہے فاطمہؑ

ہے پنجتن کی وجہ تعارف اسی کا نام
اہل کِساء کا مرکز و محور ہے فاطمہؑ

جس کی چمک سے روشن وتاباں ہے کائنات
تقدیس کے صدف کا وہ گوہر ہے فاطمہؑ

سائے میں جس کے کون ومکاں کی ہیں وسعتیں
تطہیر کی عظیم وہ چادر ہے فاطمہؑ

ہرگز نہیں ہے ہم کو کوئی خوفِ آخرت
نورِ نگاہِ شافعِ محشر ہے فاطمہؑ

لب پہ مرے اگر ہے حسینؑ وحسنؑ کا نام
لکھا ہوا سحرؔ مرے دل پہ ہے فاطمہؑ

ابرِ گہر بار

نور نگاہِ سیدؐ ابرار فاطمہؓ
ہیں مرتضےٰؑ کی مونس و غمخوار فاطمہؓ

ظلمت سے ہیں جو برسرِ پیکار فاطمہؓ
ہیں پیکرِ تجلیٔ انوار فاطمہؓ

حسنینؑ گر امیرِ جوانانِ خلد ہیں
جنت میں عورتوں کی ہیں سردار فاطمہؓ

جن پر جناب مریمؑ و حواؑ کو رشک ہے
عفت کے قافلے کی ہیں سالار فاطمہؓ

ایثار و صبر و شکر ہو یا علم و معرفت
ہیں مصطفےٰؐ کا پرتوِ کردار فاطمہؓ

عصمت کے بادِ پھول ہیں جس میں کھلے ہوئے
ہیں اک سدا بہار وہ گلزارِ فاطمہؑ

انسانیت کے واسطے جو وجہِ زین ہے
زیبِ گلوئے عصر ہیں وہ ہارِ فاطمہؑ

چوکھٹ سے ان کی کوئی بھی لوٹا نہ خالی ہاتھ
ہیں پیکرِ سخاوت و ایثار فاطمہؑ

ہر مجلسِ عزا میں شریکِ عزا ہیں وہ
شبیرؑ کی ہیں اب بھی عزادار فاطمہؑ

مجھ کو سحرؔ ہو گرمیٔ محشر کا خوف کیا؟
سر پہ ہیں مثلِ ابرِ گہربار فاطمہؑ

زہرؑا

عمل میں قول میں عکسِ رسولؐ ہیں زہرؑا
کہ دین پاک کا اصل اصول ہیں زہرؑا

زمیں پہ سیدۃ و فاطمہؑ ہے نام ان کا
اور آسماں کی فضا میں بتول ہیں زہرؑا

نہ کیسے آیۂ تطہیر ان سے ہو منسوب؟
اک ایک حرف کی شانِ نزول ہیں زہرؑا

ہم ان کے در پہ بھلا کیوں نہ ہاتھ پھیلائیں
کہ سب دعاؤں کا بابِ قبول ہیں زہرؑا

عطا سحرؔ کو بھی ہو علم و آگہی کا نور
یہ مہر و ماہ ترے در کی دھول ہیں زہرؑا

بتولؑ

تسلیم و صبر و حلم کا پیکر بتولؑ ہیں
آئینۂ حیات کا جوہر بتولؑ ہیں

کیونکر ملائکہ نہ جھکیں ان کے واسطے؟
نورِ نگاہِ سید و سرورؐ بتولؑ ہیں

زیبا ہے شاہزادئ کونین کا لقب
ان کے لئے کہ جانِ پیمبرؐ بتولؑ ہیں

ان کے لئے ستارہ اترتا ہے عرش سے
تنہا ابو ترابؑ کی ہمسر بتولؑ ہیں

سائے پہ جن کے عصمت و عفت کو ناز ہے
تطہیر کا وہ سرمدی پیکر بتولؑ ہیں

شبیرؑ کے ہر ایک عزادار کے لئے
ہم کو یقیں ہے شافعِ محشر بتولؑ ہیں

مشغول ہوں میں شام و سحر ان کی مدح میں
اور میری فکرِ شعر کا محور بتولؑ ہیں

پیکرِ انوار

ایمان ہیں اخلاص ہیں ایثار ہیں زہراؑ
اسلام کا بیساختہ کردار ہیں زہراؑ

کیونکر نہ رضا ان کی رضائے شہِ دیں ہو؟
جان و جگرِ سیدِ ابرارؐ ہیں زہراؑ

ہر گام پہ آلام و مصائب کی گھڑی میں
پیغمبرؐ اسلام کی غم خوار ہیں زہراؑ

ہیں سایۂ دامن میں امامت کی بہاریں
تقدیس کا اک سرمدی گلزار ہیں زہراؑ

ہر نقشِ قدم آپؑ کا اک راہنما ہے
کونین کی مخدومہ و سردار ہیں زہراؑ

آنکھوں سے نہ کیوں اشک تسلسل سے رواں ہوں؟
شبیرؑ کی اب تک جو عزادار ہیں زہراؑ

صد شکر سحرؔ وہ ہیں مری فکر کا محور
صد شکر مرا مرکزِ اشعار ہیں زہراؑ

حسنؑ

حُسن بن کر ہیں جہاں آرا حسنؑ
آج دنیا میں ہوئے پیدا حسنؑ

عکسِ پیغمبرؐ نظر آیا ہمیں
جب بھی دیکھا آپؐ کا چہرہ حسنؑ!

مصطفےٰؐ و حیدرؑ و شبیرؑ کی
خوبیاں ہیں آپؑ میں تنہا حسنؑ!

حلم کے معنی سکھانے کے لئے
کام آیا آپؑ کا اُسوہ حسنؑ!

ناز ہے جن پر جہانِ امن کو
آشتی کا ہیں وہ سرمایہ حسنؑ

دوررس ہے ان کا ہر اک فیصلہ
وقت کا ہیں دیدۂ بینا حسنؑ

بخشوائیں گے نہ کیوں مجھ کو سحرؔ؟
ہیں مرے مولا مرے آقا حسنؑ

عکسِ رحمت اللعالمینؐ

حسنؑ کی ذات ہی احسن نہیں ہے
حسنؑ کا نام بھی کتنا حسینؑ ہے

امام حقؑ کا پہلا جانشیں ہے
بھلا اس کا کوئی ثانی کہیں ہے؟

ہے اس کی روشنی ہر سمت پھیلی
امامت کا وہ تابندہ نگیں ہے

وہ ہے کردار میں تصویرِ مرسلؐ
سراپا پیکرِ دینِ مبیں ہے

مزاج اس کا نہ کیوں ہو صلح مندی؟
وہ عکسِ رحمتؐ اللعالمیں ہے

پیامِ امنِ عالم صلح اس کی
جہادِ حق کے یہ کتنی قریں ہے

سحرؔ لب پر سدا ہے ذکر اس کا
مرے دل میں وہ ایسے جاگزیں ہے

سخی ابنِ سخی

جو یکسر روشنی ہی روشنی ہے
وہ کردارِ حسنؑ ابن علیؑ ہے

وہی شبیر کا ہے دست و بازو
جو لختِ جانِ زہراؑ و علیؑ ہے

نہ کیوں ہو بات میں اس کی حلاوت
کہ وہ گفتار میں عکسِ نبیؐ ہے

جو سائل کو طلب سے بڑھ کے بخشے
حسنؑ ایسا سخی ابنِ سخی ہے

قبائے سبز ہے امن و محبت
جو پیغامِ بہارِ زندگی ہے

تحمل ہو کہ ہو اس کا تجمل
علیؑ کی ذات کا پرتو جلی ہے

وقار اک دائمی ہے اس کو حاصل
کہ ذات اس کی تدبر میں ڈھلی ہے

جہاں کے جنگ بازو! مڑ کے دیکھو
حسنؑ کی راہ امن و آشتی ہے

چلا آتا ہے کھینچ کر خود بخود دل
حسنؑ کی ذات میں وہ دلکشی ہے

حسنؑ کا نام لیتے ہی زبان سے
مری سانسوں میں اک خوشبو بسی ہے

نہ کیوں ہوں مشکلیں آسان میری
سحر لب پر مرے نادِ علیؑ ہے

امامِ امن و آشتی

نہ کیوں ہو ذاتِ پاک پر سلامِ امن و آشتی
کہ شخصیت حسنؑ کی ہے امامِ امن و آشتی

حدیبیہ کے واقعے میں جو پیامِ صلح تھا
حسنؑ کی صلح بھی ہے وہ پیامِ امن و آشتی

جہاں کو چاہیے اگر سکون اور سلامتی
ہے سیرتِ حسنؑ میں ہی قیامِ امن و آشتی

سلام ہی سلام ہے امان ہی امان ہے
مرادِ دینِ حق سے ہے نظامِ امن و آشتی

بشر کو پھر سلامتی کی صبح کی تلاش ہے
کہیں جہاں میں ہو نہ جائے شامِ امن و آشتی

جو آج بھی ہو اُسوہ حسنؑ نظر کے سامنے
دلوں کی رہگزر پہ ہو خرامِ امن و آشتی

مجھے یہ فخر و ناز ہے کہ میں ہوں پیروِ حسنؑ
مرا کلام ہے سحر کلامِ امن و آشتی

بحرِ بیکراں

حسن عظمت کا ایسا آسماں ہے
کہ جس کا ہر سخن اک کہکشاں ہے

کرم کے پھول جھڑتے ہیں لبوں سے
وہ امن و عافیت کا گلستاں ہے

عدو بھی جس سے ہیں سیراب ہوتے
سخاوت کا وہ بحرِ بیکراں ہے

نہیں اس کی لغت میں لفظِ نفرت
محبت کا وہ ایسا ترجماں ہے

ہے اس کی ذات ضامن عافیت کی
کہ اس کا راستہ امن و اماں ہے

تمام ایثار ہے کردار جس کا
تحمل کا وہ میر کارواں ہے

زمانے کو پھر اس کی ہے ضرورت
وہ امن و آشتی کی اک اذاں ہے

گواہی دے رہا ہے اس کا دشمن
وہ صبر و حلم کی اک داستاں ہے

خموش اک معرکہ ہے صلح اس کی
جہاد اک صلح میں اس کی نہاں ہے

زمانے نے دیا تھا زہر اس کو
مگر وہ ہے کہ اب تک گلفشاں ہے

ہے جس کا جد امجد سرورؐ دیں
پدر اس کا امامؑ انس و جاں ہے

شہید کربلاؑ اس کا برادر
جو اس کی ماں ہے خاتونِؑ جناں ہے

وہی ہے مالک و مختارِ جنت
وہ سردارِ جوانانِ جناں ہے

اب اس سے بڑھ کے کیا ہو مدح اس کی؟
کہ وہ عکسِ رسولؐ دو جہاں ہے

حسنؑ کے نام میں ہے حُسن پنہاں
"حسنؑ کا ذکر ہی حُسنِ بیاں ہے"

نہیں اعزاز کوئی اس سے بڑھ کر
سحرؔ جو پنجتنؑ کا مدح خواں ہے

ابن مرتضیٰؑ

باطل کے ہر فریب سے ہشیار کر دیا
تو نے ضمیرِ دہر کو بیدار کر دیا

امن و سلامتی کا علم تیرے ہاتھ ہے
تو نے جہاں کو جنگ سے بیزار کر دیا

بخشا جہاں نے زہر ہلاہل تجھے تو کیا
تو نے اسے حلاوتِ گفتار کر دیا

بیکار کر کے رکھ دیئے باطل کے وار سب
''تو نے قلم کی نوک کو تلوار کر دیا''

اے ابن مرتضیٰ ترے کردار کے نثار
جود و سخا کو دین کا معیار کر دیا

صلح و اماں کے پھول کھلا کر جہان میں
ویرانۂ حیات کو گلزار کردیا

تاجِ شہی کو پاؤں کی ٹھوکر پہ وار کر
فقر و غنا کو زینتِ دستار کر دیا

ذکرِ حسنؑ وہ چشمۂ انوار ہے سحرؔ
جس نے مرے قلم کو ضیا بار کر دیا

رسولؐ کا نواسہ

وہ رسول کا نواسہ
کہ ہے تین دن کا پیاسا

سرِ مقتلِ شہادت
ہے نشانِ صبر و ہمت

وہ یزید کے مقابل
ہے مزاحمت کا حامل

وہ صداقتوں کا پیکر
وہ شجاعتوں کا پیکر

ہے کھڑا ہوا اکیلا
ہے ڈٹا ہوا اکیلا

سرِ کاروانِ عظمت
سرِ آسمانِ رفعت

وہ ہے عزم کا ستارہ
وہ ہے غم کا استعارہ

ہے اسی کا نام نامی
بڑا مقتدر گرامی

حسینؑ ابن علیؑ

شعورِ عظمتِ انساں حسینؑ ابنِ علیؑ
ظہورِ قدرتِ یزداں حسینؑ ابنِ علیؑ

نشانِ ساحلِ ایماں حسینؑ ابنِ علیؑ
چراغِ منزلِ ایقاں حسینؑ ابنِ علیؑ

ثبات و عزم کا سلطاں حسینؑ ابنِ علیؑ
کمال صبر کا عنواں حسینؑ ابنِ علیؑ

ہے ضوفشاں سرِ افلاکِ معرفت اب بھی
مثالِ مہرِ درخشاں حسینؑ ابنِ علیؑ

رواں ہے قافلۂ رہروانِ حریت
ہے قافلے کا حُدی خواں حسینؑ ابنِ علیؑ

عدو پہ کیسے نہ طاری ہو ایک ہیبت سی
ہے وارثِ شہِ مرداں حسینؑ ابنِ علیؑ

فقط نہیں ہے عبادت گزار سجدے میں
سناں پہ بھی ہے ثنا خواں حسینؑ ابنِ علیؑ

ملوکیت کی ہزیمت ہے اب تلک شاہد
ہے سرخرو سرِ میداں حسینؑ ابنِ علیؑ

درود اے شہِ عالی مقام ہو تجھ پر
سلام شاہِ شہیداں حسینؑ ابنِ علیؑ!

وہ کربلا کہ کبھی تھا جو ایک ویرانہ
ہے تیرے دم سے گلستاں حسینؑ ابنِ علیؑ!

ترے لہو نے کھلائے ہیں پھول جرأت کے
ہے چار سو جو بہاراں حسینؑ ابنِ علیؑ!

نہ بجھ سکے گا کبھی ظلم کی ہواؤں سے
کیا جو تو نے چراغاں حسینؑ ابنِ علیؑ!

چھڑائی گردنِ انسانیت غلامی سے
ترا عظیم ہے احساں حسینؑ ابنِ علیؑ

حیات و موت کے معنی بدل دیے تو نے
حریفِ گردشِ دوراں حسینؑ ابنِ علیؑ

ہمارے غم کا مداوا ہے بس غمِ شبیرؑ
ہمارے درد کا درماں حسینؑ ابنِ علیؑ

نہ ہوگا خوف ہمیں گرمیٔ قیامت کا
ملے اگر ترا داماں حسینؑ ابنِ علیؑ

سحؔر نے شعر کہے ہیں جو تیری مدحت میں
کہاں ہیں یہ تیرے شایاں حسینؑ ابنِ علیؑ

امام عاشقاں

وفا و صبر کا امیرِ کارواں حسینؑ ہے
شہیدِ راہِ حق امامِ عاشقاں حسینؑ ہے

چمک رہی ہے جس کے خوں سے کہکشاں، حسینؑ ہے
مہک رہی ہے جس سے روحِ گلستاں، حسینؑ ہے

ہیں جن و انس جس کے زیرِ آستاں، حسینؑ ہے
ہے جس کے در پہ خم جبینِ قدسیاں، حسینؑ ہے

علیؑ کا نورِ چشم اور حسنؑ کے دل کا ہے سکوں
ہے فاطمہؑ کا لختِ دل نبیؐ کی جاں حسینؑ ہے

کبھی ہے پشت پر کبھی سوارِ دوشِ مصطفٰےؐ
کہ رحمتِ تمام کا مزاج داں حسینؑ ہے

ہیں اُس کی ذات کو غم و الم سے ایسی نسبتیں
جہاں جہاں ہے ذکرِ غم وہاں وہاں حسینؑ ہے

کمالِ تشنگی ہے وہ جمالِ تشنگی ہے وہ
رضا و ضبط کا عظیم اک نشاں حسینؑ ہے

رہے گی وقت کے حرم میں حشر تک جو نعرہ زن
وہ جرأتوں کی گونجتی ہوئی اذاں حسینؑ ہے

جفا و ظلم کی کڑکتی دھوپ ہے جہاں کہیں
وہیں سروں پہ عافیت کا سائباں حسینؑ ہے

نہیں ہے حشر تک کسی بھنور کا خوف اب اسے
سفینۂ محمدیؐ کا بادباں حسینؑ ہے

بلندئ حیاتِ جاوداں ہے اس کے زیر پا
ثبات و عزم کا عظیم آسماں حسینؑ ہے

یزیدیت کا نام تک بھی مٹ چکا ہے دہر سے
مگر دلوں کی مملکت پہ حکمراں حسینؑ ہے

ہے یوں تو سر بلند ہر شہید کا بریدہ سر
جو دیکھئے بغور تو سناں سناں حسینؑ ہے

جہاں کو جس نے ظلم کے خلاف حوصلہ دیا
شعورِ حریت کا ایسا ترجماں حسینؑ ہے

لٹا کے اپنا سب جو حق کی راہ میں ہے مطمئن
مشیتِ خدا کا ایسا راز داں حسینؑ ہے

اب آئے گی کبھی نہ کوئی آنچ حق کے نام پر
ابد تلک نشانِ حق کا پاسباں حسینؑ ہے

ہے مخمصے میں ذہنِ حُر کہ جائے کس طرف کو وہ
اِدھر ہے مرگ اُدھر حیات درمیاں حسینؑ ہے

تلاوتِ کلامِ حق ہے ختم جس کی ذات پر
کتابِ سرمدی کا وہ کتاب خواں حسینؑ ہے

جو جا رہا ہے حریّت کی منزلِ مراد کو
ہر ایک قافلے کی شکل میں رواں حسینؑ ہے

ہر ایک دور کے لبوں پہ نام اس کا ہے سحرؔ
رہے گی جو ابد تلک وہ داستاں حسینؑ ہے

حسینؑ

سانسوں کا میری ورد برابر حسینؑ ہے
دل میں حسینؑ ہے مرے لب پر حسینؑ ہے

دیکھو تو دشت میں ہے اکیلا کھڑا ہوا
سوچو تو اپنی ذات میں لشکر حسینؑ ہے

گرچہ دکھائی دیتا ہے تشنہ دہن مگر
صبر و رضا کا ایک سمندر حسینؑ ہے

ملتا نہیں یزید کا نام و نشاں کہیں
دیکھو مگر تو آج بھی گھر گھر حسینؑ ہے

کردار کا عروج ہے انسان کے لئے
آئینۂ حیات کا جوہر حسینؑ ہے

ہے اس کی یاد اک گل صد برگ کی طرح
شاخِ نہالِ غم پہ معطر حسینؑ ہے

حق اس کے دم سے زندہ و پائندہ ہے سحرؔ
باطل کی رگ پہ آج بھی خنجر حسینؑ ہے

فرزندِ شاہِ خیبر و احزاب

کہتا ہے کون تشنہ و بیتاب ہے حسینؑ
بڑھ کر سمندروں سے بھی سیراب ہے حسینؑ

دو چند جس سے ہے رخِ انسانیت کا نور
آئینۂ حیات کی وہ آب ہے حسینؑ

کیونکر نہ اس کی ضرب ہو کاری نفاق پر
فرزند شاہِ خیبر و احزاب ہے حسینؑ

اک روشنی ہے جس سے شبستانِ روح میں
گیسوئے درد کی وہ تب و تاب ہے حسینؑ

جس نے ملوکیت کا سفینہ ڈبو دیا
وہ حریت کا موجۂ گرداب ہے حسینؑ

پھیلی ہے جس کی چاندنی اطرافِ دہر میں
وہ ظلمتِ وجود میں مہتاب ہے حسینؑ

آزادئ بشر کا ملا ہے اسی سے درس
تاریخِ حریت کا حسیں باب ہے حسینؑ

زندہ اسی سے روحِ عبادات ہے سحر
تا حشر زیبِ منبر و محراب ہے حسینؑ

شبیرؑ

سرورِ دینِ خدا شاہِ زمن شبیرؑ ہے
نازشِ کونینؑ فخرِ پنجتن شبیرؑ ہے

جس کی خوشبو سے مہکتا ہے چمن ایمان کا
وہ گلستانِ ہدیٰ کا گلبدن شبیرؑ ہے

دور جس سے ظلمت و تاریکئ باطل ہوئی
آفتابِ حق کی اک ایسی کرن شبیرؑ ہے

جس کا خونِ پاک ہے تابندگی اسلام کی
وہ شبابِ خلدؑ دیں کا بانکپن شبیرؑ ہے

سوچیۓ تو ہر قدم اس کا ہے منزل کا نشاں
دیکھیۓ تو اک مسافرؑ بے وطن شبیرؑ ہے

رشک جس کی پیاس پر کرتا ہے دریا آج بھی
نینوا کے بن میں وہ تشنہ دہن شبیرؑ ہے

خلد کی خوشبو رواں ہے میری سانسوں میں سحرؔ
فکر کا میری جو موضوعِ سخن شبیرؑ ہے

یاحسینؑ

تیرا نام آیا جو لب پر یاحسینؑ!
چشمِ عالم ہو گئی تر یاحسینؑ!

چہرۂ ایماں تھا دھندلانے لگا
ہو گیا تجھ سے منور یاحسینؑ!

دینِ احمدؐ کو بچانے کے لئے
تو نے لٹوایا بھرا گھر یاحسینؑ!

آہ بھرتی ہے زمیں تیرے لئے
آسماں کہتا ہے روکر یاحسینؑ!

ظالموں کے ساتھ جو جیتے ہیں ہم
ظلم ہم کرتے ہیں خود پر یاحسینؑ!

جرأت اظہار سے ہیں بے خبر
نام لیوا تیرے اکثر یاحسینؑ!

نذر کرنے کے لئے شام و سحر
پیش ہیں اشکوں کے گوہر یاحسینؑ!

راکبِ نوکِ سناں

اے حسینؑ ابن علیؑ! اے قبلۂ اہل جہاں!
عرش سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے تیرا آستاں

کربلا کے جب مصائب کی سنی ہے داستاں
دردِ دل میں آنکھ میں ہے اشک لب پر ہے فغاں

ہے یہ کیسی آزمائش ہے یہ کیسا امتحاں؟
مالکِ تسنیم و کوثر اور ہوں تشنہ دہاں

اللہ اللہ ! گردشِ ایام کی نیرنگیاں
راکبِ دوشِ نبیؐ ہے راکبِ نوکِ سناں

گونجتی ہے اک صدائے الحفیظ والاماں
خیمۂ سبطِ شہِ عالم سے اٹھتا ہے دھواں

یہ جو ہر شام و سحر ڈوبا ہے خوں میں آسماں
ہے شفق بھی یادِ شاہِ کربلا میں نوحہ خواں

ناخدائے جہاں

خلاف جبر جو اظہار کر دیا تو نے
ضمیر دہر کو بیدار کر دیا تو نے

سوال اب نہ کرے گا کوئی بھی بیعت کا
کچھ ایسے طور سے انکار کر دیا تو نے

جوان بیٹے کا لاشہ اٹھا کے ہاتھوں سے
بلند صبر کا معیار کر دیا تو نے

یزیدیت کی رگِ جاں کو کاٹ کر چھوڑا
لہو کی دھار کو تلوار کر دیا تو نے

مٹا کے رکھ دیا سارا غرور باطل کا
نمایاں حق کا وہ کردار کر دیا تو نے

سفینہ دینِ خدا کا گھرا تھا طوفاں میں
اے ناخدائے جہاں! پار کر دیا تو نے

سحر کے نور کو پھیلا دیا زمانے میں
فنا طلسم شب تار کر دیا تو نے

ہَل مِن نَاصِرُ یَنصُرنا

کرب و بلا کے میداں سے
منزلِ شامِ غریباں سے
آج بھی آتی ہے یہ صدا
ہل من ناصر ینصرنا

آہوں سے اور سانسوں سے
نوحوں کی آوازوں سے
گونجتا ہے میدان دغا
ہل من ناصر ینصرنا

نہیں شبیہِ پیغمبرؐ
نہیں ہیں قاسمؑ اور اصغرؑ
اور نہیں شہبازِ وفاؑ
ہل من ناصر ینصرنا

اب نہ زہیر نہ حُر سے جری
رہے حبیبؓ نہ مسلمؑ ہی
آج حسینؑ ہوا تنہا
ہل من ناصر ینصرنا

روشنی

ہو دیکھنی کسی کو اگر شانِ روشنی
دیکھئے وہ کربلا میں گلستانِ روشنی

آیا نہیں کبھی جو درِ اہلِ بیتؑ تک
ممکن نہیں کہ اس کو ہو عرفانِ روشنی

واقف نہیں ہے لذتِ اشکِ عزا سے جو
حاصل اُسے ہوا نہیں ایمانُ روشنی

ظلمت کے ریگزار میں حق کے امامؑ نے
اپنے لہو سے کر دیا بارانِ روشنی

جس کی کرن سے چاند ستارے ہیں تابناک
صحرا میں وہ کھلا ہے گریبانِ روشنی

نیزے پہ سر بلند نہیں ہے حسینؑ کا
ظلمات کے خلاف ہے اعلانِ روشنی

شمر و یزید ظلمتِ باطل میں کھو گئے
حق آج بھی ہے خسروِ سلطانِ روشنی

صد شکر ظلمتوں سے تعلق نہیں مرا
میرا قلم سحرؔ ہے ثنا خوانِ روشنی

عباسؑ

سیدہ کی آرزوؤں کا ثمر عباسؑ ہے
شاہِ مرداں کی دعاؤں کا اثر عباسؑ ہے

ناز ہے ام البنین کو اپنے اس فرزند پر
مرتضیٰؑ کی جان جاں نورِ نظر عباسؑ ہے

حُسن کے ہالے میں ہے جس کے فلک کا چاند بھی
دودمان ہاشمی کا وہ قمر عباسؑ ہے

خیمۂ آل محمدؐ پر ہے جو سایہ کناں
کربلا کے دشت میں ایسا شجر عباسؑ ہے

کیا ٹھکانہ ہے بھلا اس کے ثبات و عزم کا
شیر یزداں کا جواں لختِ جگر عباسؑ ہے

آج بھی دے گا شہادت معرکہ صفین کا
لشکرِ حق و صداقت کی سپر عباسؑ ہے

جس سے لیتا ہے زمانہ درسِ آدابِ وفا
وہ وفا کے کارواں کا راہبر عباسؑ ہے

مانگنے والا کوئی خالی نہیں جاتا جہاں
سارے عالم میں حوائج کا وہ در عباسؑ ہے

اب بھی ہر گھر پر جو لہراتا ہے استقلال سے
وہ نشاں وہ پرچمِ فتح و ظفر عباسؑ ہے

فخر ہے شبیرؑ پر سارے زمانے کو بجا
فخر ہے شبیرؑ کو جس پر سحر عباسؑ ہے

علمدارِ وفا

دنیا میں جو کچھ جلوۂ آثارِ وفا ہے
سب فیض ہے اس کا جو علمدارِ وفا ہے

اک چاند کہ جو پیکرِ انوارِ وفا ہے
اطراف دو عالم میں ضیا بارِ وفا ہے

عباس ہی کونین میں معیارِ وفا ہے
بس ایک ہی ہستی ہے کہ سرکارِ وفا ہے

تاریخ کے اوراق یہ دیتے ہیں گواہی
عباس ہی دنیا میں علمدار وفا ہے

وہ مرکز و [illegible] ہے تمام اہلِ وفا کا
حقا کہ وہی نقطۂ پرکارِ وفا ہے

ایثار کی خوشبو ہے کہ پھیلی ہے جہاں میں
مہکا ہوا ہر سمت جو گلزارِ وفا ہے

کربل میں سبھی یوں تو ہیں اخلاص کے پیکر
ہستی یہ مگر وہ ہے کہ شہکارِ وفا ہے

ہے اس کی تجلی سے فروزاں رخِ ایمان
وہ ذات کہ جو مرکز انوار وفا ہے

کیسے نہ کھرے کھوٹے کی پہچان یہاں ہو؟
سنگِ درغازی ہے کہ معیارِ وفا ہے

موت اس کیلئے شہد سے بھی بڑھ کے ہے شیریں
جو میکدۂ عشق میں سرشار وفا ہے

بے مثل ہیں کردار سبھی کرب و بلا کے
لیکن ہے جدا سب سے جو کردارِ وفا ہے

ہے سایہ فگن اہل مودت کے سروں پر
غازی کا یہ پرچم ہے کہ دستارِ وفا ہے

ہاتھوں سے چُھوا ہے جو علم شاہِ وفا کا
رگ رگ دلِ بیتاب کی سرشارِ وفا ہے

یہ بھی تو عنایت کی نظر ان کی ہے مجھ پر
جو میرا قلم آج گہربارِ وفا ہے

سلطانِ وفا ہیں جو میری فکر کا محور
دل میرا سحر محرمِ اسرارِ وفا ہے

معنیٔ حرفِ وفا

پیکر انوار ایثار و وفا عباسؑ ہے
رہنمائے راہِ تسلیم و رضا عباسؑ ہے

عترت شہؑ کی نگاہوں کی ضیا عباسؑ ہے
آس بچوں کی ہے زینب کی ردا عباسؑ ہے

چاند بھی ہے ماند اس کے حسن کے انوار سے
خاندان ہاشمی کا مہ لقا عباسؑ ہے

ہے دل اُم البنینؑ کی آرزوؤں کا ثمر
سیدہؑ کے لب پہ جو آئی دعا عباسؑ ہے

اس کے اجلال و حشم کا کیا ٹھکانہ ہے بھلا
ضیغم اسلام جانِ لافتیٰ عباسؑ ہے

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا فضیلت کا مقام
قوت بازوئے شاہِ کربلا عباسؑ ہے

جس نے اپنے بازوؤں کو کر دیا قربانِ حق
دہر میں وہ منبع جودوسخا عباسؑ ہے

کیوں نہ لہرائے جہاں میں چارسواس کا علم
دینِ حق کی شان کا پرچم کشاء باسؑ ہے

پیاس کے لب پر فقط دو نام آتے ہیں سدا
یا حسینؑ ابن علی حیدر ہے یا عباسؑ ہے

جس کے ابرو کا اشارہ کم نہیں شمشیر سے
وہ بہادر وہ جری مردِ وغا عباسؑ ہے

اور کوئی مطلب و معنی یہاں جچتے نہیں
در حقیقت معنیٔ حرفِ وفا عباسؑ ہے

کوئی مشکل ہو چلو باب الحوائج کی طرف
مشکلوں میں دوسرا مشکل کشا عباسؑ ہے

دیکھنا چاہو اگر دل سے پکارو تو سہی
آج بھی ہر گام پر معجز نما عباسؑ ہے

کیوں مقدر پر نہ اپنے ناز ہو مجھ کو سحرؔ
شعر میں میرا جو موضوعِ ثنا عباسؑ ہے

یاغازی عباسؑ!

کرب و بلائے دہر ہے جاری وقت کے صحرا میں
ایک بھی بوند ہمارے نام کی نہیں ہے دریا میں
صدیوں سے ہم تشنہ دہن ہیں بجھے ہماری پیاس
یاغازی عباسؑ!
آج بھی ہے بے یار و تنہا میداں میں شبیرؑ
چاروں جانب خنجر نیزے شمشیریں اور تیر
کوئی نہیں ہے غربت میں جو آن بندھائے آس
یاغازی عباسؑ!
سارے در ماندہ واماندہ اور بے حال ہیں آج
کوئی نہیں ہے تیرے پرچم کی جو رکھے لاج
آج دکھائی دیتا ہے یہ پرچم بڑا اداس
یاغازی عباسؑ!
اے چرخ ایثار و وفا کے مہر درخشندہ
ہم سب عہد نفاق کی تاریکی میں ہیں زندہ
دے ایثار کی دولت ہم کو ہم ہوں وفا شناس
یاغازی عباسؑ!
ہم مولائی ہم ہیں حسینی باطل سے بے خوف
راہِ شہادت راہ ہماری قاتل سے بے خوف
لے دے کر ہے پاس ہمارے ایک یہی احساس
یاغازی عباسؑ!

بنتِ علیؑ

کمال ضبط کی تابندگی ہے بنتِ علیؑ
جہانِ صبر کا نقشِ جلی ہے بنتِ علیؑ

حسنؑ حسینؑ ہیں جس شاخِ معرفت کے پھول
اُسی کی ایک شگفتہ کلی ہے بنتِ علیؑ

شریکۂ شہِ شبیرؑ ہے لقب اُس کا
کہ ساتھ بھائی کے ہر دم رہی ہے بنتِ علیؑ

کرے تو کیسے کرے اس کا سامنا باطل
کہ قول و فعل میں عکسِ نبیؐ ہے بنتِ علیؑ

سفر تمام رہِ کربلا کا شاہد ہے
ثبات و عزم کا پیکر رہی ہے بنتِ علیؑ

سرِ حسینؑ جو نیزے کی نوک پر آیا
تو حریّت کی علامت بنی ہے بنتِ علیؑ

حُسنیت کا ادایوں کیا ہے حق اس نے
جہاں حسینؑ نہ پہنچے گئی ہے بنتِ علیؑ

نہیں ہے اب کوئی اسلام کی بقا کو خطر
کہ دینِ حق کی نئی زندگی ہے بنتِ علیؑ

اک آفتاب کا پیغام عام کرنے کو
دیارِ شام کی جانب چلی ہے بنت علیؑ

لرز رہا ہے ابھی تک جہانِ استبداد
علیؑ کے لہجے میں یوں گونجتی ہے بنتِ علیؑ

اسیر گرچہ رہی خود مگر غلامی سے
زمانے بھر کو رہا کر گئی ہے بنتِ علیؑ

بنی ہے سایہ وہ خود اک جہان کی خاطر
اگرچہ اپنی ردا ڈھونڈتی ہے بنتِ علیؑ

جہادِ حق میں اگرچہ تھے اور بھی مصروف
مگر یہ حق ہے کہ بنتِ علی ہے بنتِ علیؑ

کیا ہے قصرِ ستم کو سحر خس وخاشاک
مثالِ برقِ بلا جب اٹھی ہے بنت علیؑ

شبیہِ فاطمہؑ

عمل کام آئے گا ہرگز نہ کوئی بھی ذرا اپنا
بروز حشر ہوگا سرخرو اشک عزا اپنا

زمین کربلا کو مقتلِ آفاق کہتے ہیں
ہے دنیا سے جدا کتنا نظر کا زاویہ اپنا

جہاں میں کربلا والوں کا ہرسو نور پھیلا ہے
وفا کی راہ میں چھوڑا ہے ایسا نقشِ پا اپنا

جناب سیدہؑ کی ذات کا اک عکس ہیں زینبؑ
اس آئینے میں جلوہ دیکھتا ہے آئنہ اپنا

فضائے کربلا کے واسطے جو ماں نے سونپا تھا
ادا کردار کرتی ہیں شبیہہ فاطمہ اپنا

در و دیوارِ قصر شام پر لرزہ سا طاری ہے
دکھاتا ہے اثر اب لہجۂ شیرِ خدا اپنا

علم ہے یا سحر سایہ ہے یہ زینب کی چادر کا
یہی اپنا سہارا ہے یہی ہے آسرا اپنا

زین العباؑ

جو میرے رہنما و پیشوا ہیں
امام الاصفیاء و اتقیا ہیں

فرزدق نے کہا جن کا قصیدہ
مرے ممدوح وہ زین العبا ہیں

انہیں سجاد کہتا ہے زمانہ
وہ حق کی بندگی کی انتہا ہیں

ہے ان کی ہر دعا کامل صحیفہ
وہ فخر و نازِ خاصانِ خدا ہیں

سیادت ان کی ہستی کا تسلسل
وہ حفظِ نسلِ ختم الانبیاء ہیں

لقب ہے عابدِ بیمارانُ کا
وہ دکھیوں کے لئے وجہِ شفا ہیں

اسیرِ کربلا کہتے ہیں ان کو
اسیر اُن کے وسیلے سے رہا ہیں

کسوٹی حِلت و حرمت کی ہیں وہ
حق و باطل میں معیارِ ہدیٰ ہیں

ولایت ان کے گھر کی ہے وراثت
وہ میرِ کاروانِ اولیاء ہیں

بھٹک سکتا نہیں میں راہ حق سے
کہ میرے راہبر آلِ عبا ہیں

ہے ان کی خاکِ پا آنکھوں کا سرمہ
دلوں کا نور ان کے نقشِ پا ہیں

مرا دامن رہے گا کیسے خالی؟
کہ جب وہ منبعِ جود وسخا ہیں

ہیں ان سے گردشیں شام و سحر کی
وہ بیشک محورِ ارض و سما ہیں

عزم کی دیوار

آسمانِ ابرِ گوہر بار زین العابدینؑ
ہیں مجسم بخشش و ایثار زین العابدینؑ

صبر کی ہیں آہنی تلوار زین العابدینؑ
ظلم سے ہیں برسرِ پیکار زین العابدینؑ

بڑھ رہے ہیں ضبط و تسلیم و رضا کی راہ میں
بے کسوں کے قافلہ سالار زین العابدینؑ

خاک ہے ان کے قدم کی آج بھی خاکِ شفا
دشت کربل میں تھے جو بیمار زین العابدینؑ

اک طرف ہے جبر و استبداد کا سیلِ بلا
اک طرف ہیں عزم کی دیوار زین العابدینؑ

ظلمتِ سفیانیت میں وہ ہیں شبیری چراغ
ہیں سراپا پیکرِ انوار زین العابدینؑ

اک علامت بن گیا ہے جرأتِ اظہار کی
کربلا کے بعد اک کردار زین العابدینؑ

ہر دعا ان کی عبادت کا صحیفہ بن گئی
بندگی کا بن گئے معیار زین العابدینؑ

زیورِ مردانگی ہاتھوں کی زنجیریں تری
طوق ہے تیرے گلے کا ہار زین العابدینؑ!

نرغۂ باطل میں حق کی فتح کا اعلان ہے
بیڑیوں کی جو ہے یہ جھنکار زین العابدینؑ!

تیرے استقلال و ہمت کا ہے یہ اک امتحاں
بے ردا عترت سرِ بازار زین العابدینؑ!

خطبۂ حق نے ترے کیسا دکھایا ہے اثر
گنگ ہے سب شام کا دربار زین العابدینؑ!

ہوں مرے شام وسحر رنج و مصیبت سے بری
میں ولا کی مے سے ہوں سرشار زین العابدینؑ!

اظہارِ ولا

قصیدہ جن کی خاطر تھا فرزدق نے کہا اپنا
یہ خواہش ہے کروں میں ان سے اظہارِ ولا اپنا

علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ابن ابو طالبؑ
کوئی رکھتا نہیں ایسا نسب میں سلسلہ اپنا

مثالِ سیدِ سجادؑ مل سکتی نہیں ہر گز
عبادت میں تھا جو انداز وہ انداز تھا اپنا

انہی کی ذات ہے معیارِ حلت اور حرمت کا
حق و باطل میں کر دیتی ہے صادر فیصلہ اپنا

ثبات و عزم کی مشعل سحر گل ہو نہیں سکتی
ہوائے ظلم بیشک آزما لے حوصلہ اپنا

منقبت
امام زین العابدینؑ

کیا بیاں کیجے کہ کیا ہے شانِ زین العابدینؑ
اور پھر وہ بھی کہ ہو شایانِ زین العابدینؑ

بیڑیاں ہیں یا رسن ہے طوق یا زنجیر ہے
قید میں ہے یہ سرو سامانِ زین العابدینؑ

کربلا کی جنگ میں جوہر دکھاتے تیغ کے
زندگی بھر یہ رہا ارمانِ زین العابدینؑ

ماسوا کا ہوش رہتا تھا نہ دوران نماز
اللہ اللہ کیا تھا وہ ایمانِ زین العابدینؑ

لب پہ اک حرف شکایت عمر بھر آیا نہیں
کیا ہے صبر و شکر و اطمینانِ زین العابدینؑ

کربلا کی روح سے واقف نہیں جن کی نظر
کس طرح ہوں گے وہ رتبہ دانِ زین العابدینؑ

کربلا کے بعد بھی تازہ رکھا پیغامِ حق
اہلِ ایماں پر ہے یہ احسانِ زین العابدینؑ

حشر تک زندہ رہے گا نامِ شاہِ کربلا
برسرِ منبر ہے یہ اعلانِ زین العابدینؑ

دینِ حق کی عظمت و حقانیت وہ پا گیا
جس کو حاصل ہو گیا عرفان زین العابدینؑ

نوعِ انساں کے لئے وہ حُریّت آموز ہے
چشمِ عالم میں ہے جو زندانِ زین العابدینؑ

ہے ہر اک حرف وفا میں اشک خونیں کا اثر
سوز سے معمور ہے دیوانِ زین العابدینؑ

ان کی محرابِ عبادت عرش سے کچھ کم نہیں
اور صحیفہ ہے کہ ہے فرمانِ زین العابدینؑ

گرمیٔ محشر کا ہر گز خوف کچھ ہم کو نہیں
ہم ہیں زیرِ سایۂ دامانِ زین العابدینؑ

عابدِ بیمار کی ہے خاکِ پا خاکِ شفا
کیوں نہ ہم دل سے ہوں پھر قربانِ زین العابدینؑ

میں کہاں اور مدحتِ آلِ محمد کا ہنر
یہ مرے اشعار ہیں فیضانِ زین العابدینؑ

جن کی مدحت میں قصیدہ گو فرزدق ہو سحرؔ
منقبت ہو گی یہ کیا شایانِ زین العابدینؑ

منقبت امام باقرؑ

زمیں پر رفعتوں کے حاملِ پرواز ہیں باقرؑ
فضائے آسمانِ قدس کے شہباز ہیں باقرؑ

تفکر کے سمندر کے وہ اک غواص ہیں یکتا
جہان علم و دانش کے لئے اعزاز ہیں باقرؑ

ہے ان کی ذات عصمت کے جلی انوار کی حامل
تقدس کے خفی اسرار کے ہمراز ہیں باقر

جسے باطل دبا سکتا نہیں جبر و تشدد سے
دیار ظلم میں وہ عدل کی آواز ہیں باقرؑ

اماں ملتی ہے ہر اک بے نوا کو جن کے دامن میں
غریبوں اور مسکینوں کے وہ دمساز ہیں باقرؑ

دلوں پر ثبت ہے اب بھی سحرؔ عظمت کا نقش ان کی
کمالات امامت کا حسیں اعجاز ہیں باقرؑ

منقبت
امام جعفر صادقؑ

بھلا معلوم ہے کس کو مقامِ جعفرِ صادقؑ ؟
دھڑکتا ہے دلِ مومن میں نامِ جعفرِ صادقؑ

جہانِ فکر و دانش میں کسی کو ہے کہاں حاصل؟
جو ہے چشمِ جہاں میں احترامِ جعفرِ صادقؑ

نبیؐ کے بعد دنیا میں لقب صادق انہی کا ہے
پیامِ صدق ہے یکسر پیامِ جعفرِ صادقؑ

ہیں ان کے نام سے منسوب اتنی حکمتیں دیں کی
کہ نظمِ فقہِ دیں ہے اب نظامِ جعفرِ صادقؑ

سدا ہے ازدحامِ تشنگانِ معرفت در پر
پئے جاتے ہیں اہلِ علم جامِ جعفرِ صادقؑ

نہ کیوں حق گوئی ہی میرا شعارِ زندگانی ہو
کہ میں ہوں ایک ادنیٰ سا غلامِ جعفرِ صادقؑ

سحرؔ آئے نہ کیسے آگہی کا رنگ شعروں میں
مری مدحت کا عنوان ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

منقبت امام کاظمؑ

مشیتوں کا حسیں انتخاب ہیں کاظمؑ
زمانے بھر میں فضیلت مآب ہیں کاظمؑ

زمانہ جن کے تحمل سے فیضیاب ہوا
جہاں حلم کا ایسا نصاب ہیں کاظمؑ

ثبات و عزم و یقیں صبر و استقامت میں
جواب جس کا نہیں لاجواب ہیں کاظمؑ

نہ کس طرح ہوں وہ قرآں کی روح سے واقف؟
کہ عکسِ صاحبِ اُم الکتاب ہیں کاظمؑ

یہاں سے لوٹ کے جاتا نہیں کوئی خالی
درِ مراد ' حوائج کا باب ہیں کاظمؑ

ہے رشکِ عرشِ بریں اس کا ایک اک ذرہ
وہ خاکِ پاک جہاں محوِ خواب ہیں کاظمؑ

چمک رہا ہے جو آفاقِ علم میں ہر سو
اس آئینے کی سحر آب و تاب ہیں کاظمؑ

منقبت امام رضاؑ

دلیل و حجتِ دینِ خدا امامِ رضاؑ
ہیں فخر و نازشِ آلِ عبا امامِ رضاؑ

کفیل و والی و عقدہ کشا امامِ رضاؑ
امام و راہبر و پیشوا امامِ رضاؑ

عرب ہو یا ہو عجم سب ہیں ان کے زیرِ نگیں
ہیں شرق و عرب کے فرماں روا امامِ رضاؑ

لقب انہی کو ہے زیبا امامِ ضامن کا
کہ ہر سفر کا ہیں اک آسرا امامِ رضاؑ

کرامتیں نہ ہوں کس طرح آپؑ سے ظاہر
سراسر آپؑ ہیں معجز نما امامِ رضاؑ

عجم کی خاک پہ کس شان سے چمکتے ہیں
جو ثبت آپؑ کے ہیں نقشِ پا امام رضاؑ

سحر کو فکر ہو کیا گردشِ زمانہ کی؟
کہ وہ ہے آپؑ کا مدحت سرا امامِ رضاؑ

منقبت امام نقیؑ

کمالِ بندگی و زہد ہے کمالِ نقیؑ
جہاں میں کوئی نہیں ہے کہیں مثالِ نقیؑ

نظر میں تیر گئی تازگی اجالوں کی
کبھی جو ذہن میں آیا مرے خیالِ نقیؑ

ہے لمحہ لمحہ حیاتِ سعید کا شاہد
ہیں نورِ صدق سے معمور ماہ و سالِ نقیؑ

نقیؑ ہوں عسکریؑ ہوں یا ہوں مہدیؑ دوراں
تمام سلسلۂ معرفت ہے آلِ نقیؑ

تجلیوں کا عجب ان کے گرد ہالہ ہے
کہ رشکِ جلوۂ مہتاب ہے جمالِ تقیؑ

تمام رشد و ہدایت ہے ہر عمل ان کا
تمام حکمت و دانش ہے ہر مقالِ تقیؑ

نہ کیسے ان کا زمانے میں ہو لقب جواد
کہ عین جود و سخا ہیں سحرؔ خصالِ تقیؑ

منقبت امام علی نقیؑ

زہے جلالت و اکرام و عزو جاہِ نقیؑ
کہ جن و انس و ملک ہیں غلامِ شاہِ نقیؑ

ہو کیوں نہ بارشِ انوارِ ایزدی ہردم
امین حق و صداقت ہے بارگاہ نقیؑ

نہ کیسے منزل مقصود ہم کو حاصل ہو؟
کہ بالیقیں ہے رہِ مستقیم راہ نقیؑ

ہے اُن کی نسبتِ جاں عسکری و مہدی سے
اک آفتابِ نقیؑ دوسرا ہے ماہِ نقیؑ

پھر اور چاہیے کیا دین اور دنیا میں؟
ہمارے حال پہ ہو جائے گر نگاہِ نقیؑ

نہیں ہے حشر کی گرمی کا کوئی خوف ہمیں
گناہ گاروں کو کافی ہے بس پناہِ نقیؑ

امامؑ ابن امامؑ آپؑ پر درود و سلام
غلام آپ کا ادنیٰ سحؔر ہے شاہِ نقیؑ

منقبت امام عسکریؑ

رشکِ تجلی مہ و اختر ہیں عسکریؑ
افلاکِ معرفت پہ منور ہیں عسکریؑ

عرفان و علم و زہد کے پیکر ہیں عسکری
آئینۂ جمالِ پیمبرؐ ہیں عسکریؑ

پر تو ہیں ان کی ذات کے اجلال و تمکنت
عکسِ جلالِ فاتحِ خیبر ہیں عسکریؑ

دشمن پہ کیوں نہ رعب ہو ان کے وجود کا
تنہا خود اپنی ذات میں لشکر ہیں عسکریؑ

غیبت انہی کے سائے میں پروان ہے چڑھی
غیبت کا سائبانِ مطہر ہیں عسکریؑ

کیا خوف ہے سحرؔ مجھے میزان حشر کا؟
محبوبِ ذاتِ شافعِ محشر ہیں عسکریؑ

جامعِ صفات

نورِ الٰہیات حسن عسکریؑ کی ذات
ہے عکسِ بیّنات حسن عسکریؑ کی ذات

علم و شعور و آگہی ' اخلاص و معرفت
ہے جامعِ صفات حسن عسکریؑ کی ذات

جو ان سے منسلک ہوا وہ پا گیا مراد
ہے کشتیِ نجات حسن عسکریؑ کی ذات

یہ دوسرے حسنؑ ہیں تحمل میں بے مثال
ہے پیکرِ ثبات حسن عسکریؑ کی ذات

مہدیؑ اگر پسر ہیں تو ہادیؑ یہ آپ ہیں
کیا منتخب ہے ذات حسن عسکریؑ کی ذات

آلامِ دو جہاں کی ہمیں فکر کیا سحرؔ
ہے حلِ مشکلات حسن عسکریؑ کی ذات

امام عصرؑ

زہے وجاہت و عزو وقار کا عالم
امام عصر! ترے اقتدار کا عالم

چمن چمن میں گلوں پر نکھار کا عالم
ترے ظہور سے ہو گا بہار کا عالم

نفس نفس ہے کہ بارگراں ہے ہستی پر
یہ زندگی ہے ترے انتظار کا عالم

ترا ظہور علامت ہے وحدت دیں کی
ہے روئے دہر پہ اک انتشار کا عالم

ترے ظہور سے چھٹ جائیں گے دھند لکے سب
ابھی تو چاروں طرف ہے غبار کا عالم

ترے ظہور سے ہو گی شکست باطل کو
زمانے دیکھے گا پھر ذوالفقار کا عالم

سحر میں حلقہ بگوشِ امامِ دوراں ہوں
مرے لئے ہے یہی افتخار کا عالم

مرد حق شعار

روئے گلزار جہاں پر اک نکھار آنے کو ہے
پھول فرشِ راہ ہیں جانِ بہار آنے کو ہے

قلزمِ ایام میں پہلی سی طغیانی نہیں
مضطرب موجوں کو آخراب قرار آنے کو ہے

تھمتی جاتی ہے جو اب حالات کی رفتار بھی
کیا علاجِ گردشِ لیل و نہار آنے کو ہے؟

کب سے اپنی سانس جیسے وقت ہے روکے ہوئے
آج ہی شاید وہ جانِ انتظار آنے کو ہے

دیکھتے ہیں جس کو جھک جھک کر مہ و مہر و نجوم
اشہبِ صبح و مسا کا شہسوار آنے کو ہے

مشرق و مغرب رہیں اب ہوشیار و با ادب
دولتِ ارض و سما کا تاجدار آنے کو ہے

کتنی صدیاں جس کا جلوہ دہر سے پنہاں رہا
وہ سراپا نور ہو کر آشکار آنے کو ہے

جہل اپنی موت مر جائے گا آخر دیکھنا
علم کی دنیا پہ ایسا اعتبار آنے کو ہے

جسکی آمد کے حطیم و ملتزم ہیں منتظر
وہ حرم کی جان، نورِ کردگار آنے کو ہے

ظلم کو نابود کر دے گا جو روئے دہر سے
اپنے ہاتھوں میں وہ لے کر ذوالفقار آنے کو ہے

اس کے ہاتھوں پرچمِ حقانیت ہو گا بلند
مردِ حق آگاہ، مردِ حق شعار آنے کو ہے

کیوں نہ رک کر نبضِ دوراں آج پھر چلنے لگے
وہ امامِ عصر وہ دیں کا وقار آنے کو ہے

بھیجتے تھے ہم عریضے پانیوں میں جس کے نام
جود و بخشش کا وہ بحرِ بے کنار آنے کو ہے

لمحۂ حاضر کو مل جائے گا آخر اک دوام
گردشِ شام و سحر کو اک قرار آنے کو ہے

مولا و آقا کے ہم بھی سامنے ہوں گے سحرؔ
اپنی ہستی کا ہمیں بھی اعتبار آنے کو ہے

قائم آلِ عبا

ہمیشہ صبح و مسا انتظار کرتے ہیں
یہ مہر و ماہ ترا انتظار کرتے ہیں

نثار ہونے کو تجھ پر یہ تیرے پروانے
اے شمعِ نورِ خدا! انتظار کرتے ہیں

ترے ہی دم سے ہے قائم نظامِ ارض و سما
جبھی تو ارض و سما انتظار کرتے ہیں

یہ کائنات تجھے دیکھتی ہے اٹھ اٹھ کر
فضا ' ہوا و خلا انتظار کرتے ہیں

فضائے گلشنِ جاں راہ دیکھتی ہے تری
گل و بہار و صبا انتظار کرتے ہیں

ہزار آرزوئیں ہیں ہزار امیدیں
ہے دل میں حشر بپا انتظار کرتے ہیں

سحر ہو قائمِ آلِ عبا کا جلد ظہور
اٹھائے دستِ دعا انتظار کرتے ہیں

پیشوائے زماں

ورد کرتا ہے یوں قلب زار آپؐ کا
دھڑکنیں کر رہی ہیں شمار آپؐ کا

پیشوائے زماں آپؐ کی ذات ہے
ہیں نبیؐ آپ کے کردگار آپؐ کا

کب زمانے میں جلوہ نما آپؐ ہوں
کر رہی ہے نظر انتظار آپؐ کا

یہ جو کھلتے ہیں غنچے مہکتے ہوئے
نام لیتی ہے فصلِ بہار آپؐ کا

گردشِ وقت کا خوف کیا ہے مجھے؟
میرے چاروں طرف ہے حصار آپؐ کا

آپؐ ہی کی محبت سے سرشار ہے
میرے دل پر ہے یوں اختیار آپؐ کا

آپؐ ہی کی حکومت ہے شام و سحر
سارے عالم پہ ہے اقتدار آپؐ کا

شمعِ ھدیٰ

ہم اہل درد یہ پروانہ وار کرتے ہیں
کہ تیرا شمعِ ہدیٰ! انتظار کرتے ہیں

عجیب کیفیتِ انتظار ہے جس میں
ہر ایک لحہ صدی میں شمار کرتے ہیں

تصورات میں لاتے ہیں ہم ترا چہرہ
ہمارے دل پہ اندھیرے جو وار کرتے ہیں

ترے خیال کی خوشبو بسا کے ذہنوں میں
ہم اپنے موسمِ جاں کو بہار کرتے ہیں

پسِ حجاب ہی جلوہ ہمیں دکھا تو سہی
ہم اپنی جان بھی تجھ پر نثار کرتے ہیں

نہیں ہے ڈر ہمیں شام و سحر کی گردش کا
کہ تیرے نام کا ہم تو حصار کرتے ہیں

جانِ انتظار

نظریں جمائے ہیں سرِ میدانِ انتظار
کب سے ہم انتظار میں ہیں جانِ انتظار

صدیوں سے منتظر ہیں تری دید کے لئے
پھیلا ہوا ہے آج بھی دامانِ انتظار

قلب و نظر ہمارے ہیں زیرِ نگیں ترے
قبضہ ترا ہے ہم پہ اے سلطانِ انتظار

ہر ایک گُل ہے کھل کے تری راہ دیکھتا
مہکا ہوا ہے سارا گلستانِ انتظار

جلوہ دکھائی دے گا ترا ایک دن ضرور
پختہ ہمارے دل میں ہے ایقانِ انتظار

لذت کی کیفیت ہے عجب روح میں سحرؔ
پیوست جب سے دل میں ہے پیکانِ انتظار

رشکِ سلیمانؑ

شب کو ہے ایسے صبحِ درخشاں کا انتظار
ظلمت کو جیسے نیرِ تاباں کا انتظار

ہر گل کو ہے ہوائے گلستاں کا انتظار
پیاسے کو جیسے ابرِ بہاراں کا انتظار

کوئی تو انقلاب کی صورت دکھائی دے
دریائے پُر سکوں کو ہے طوفاں کا انتظار

پروانہ وار نور کو ظلمت ہے ڈھونڈتی
ہے انجمن کو شمعِ فروزاں کا انتظار

اسلام کو ہے اپنے محافظ کی جستجو
قرآن کو ہے وارثِ قرآں کا انتظار

اس کا ظہور ہم ہی نہیں چاہتے فقط
ہے دہر کو بھی جلوہ پنہاں کا انتظار

کب ختم ہو گا بیم ورجا کا یہ سلسلہ
عہدِ خزاں ہے فصلِ بہاراں کا انتظار

ہے جس کی ذات حجتِ خالق جہان میں
نوعِ بشر کو ہے اُسی انساں کا انتظار

جس کی دلوں پہ اب بھی حکومت ہے چار سو
ہم کو ہے ایسے رشکِ سلیمانؑ کا انتظار

آنکھوں کے ساتھ دل بھی ہمارا ہے فرشِ رہ
دیکھے کوئی تو شوقِ فراواں کا انتظار

آنکھوں کو ہے تلاش مسیحائے وقت کی
دل کو ہے اپنے درد کے درماں کا انتظار

ہم راہ دیکھتے ہیں جو اپنے امام کی
ہم کو ہے اپنے حاصلِ ایماں کا انتظار

دامن میں اپنے کچھ بھی ولا کے سوا نہیں
اور کر رہے ہیں ہادیٔ دوراں کا انتظار

سارا فسانہ کب کا لکھا جا چکا سحرؔ
اب تو فقط ہے وقت کو عنواں کا انتظار

اب تک

رخِ اسلام ہے تازہ، ہے اس پر اک نکھار اب تک
کسی کا فیض ہے یہ، باغِ دیں پر ہے بہار اب تک

جو دیکھو تو نہیں جلوہ فگن کوئی زمانے میں
جو سوچو تو جہاں پر ہے کسی کا اقتدار اب تک

یہ اس کا معجزہ ہے خود کو رکھا ہے نہاں اس نے
مگر دینِ خدا ہے اس کے دم سے آشکار اب تک

دلوں کی ایک اک دھڑکن صدا دیتی ہے رہ رہ کر
فقط ہے ایک ہی ہستی، ہے جس کا انتظار اب تک

گواہی دے رہی ہے اسکے پاک انفاس کی خوشبو
کہ گلزار امامت کی فضا ہے مشکبار اب تک

کوئی مشکل ہو اس کو ہی صدا دیتا ہوں میں بڑھ کر
وہی ہر اک مصیبت میں ہے میرا غمگسار اب تک

مرے لب پر اسی کا نام ہے شام و سحر جاری
تڑپتا ہے اسی کی یاد میں یہ قلبِ زار اب تک

امامِ حق

مہ و مہر و نجوم و کہکشاں ہو کوہ و دریا ہو
ہیں سب زیرِ نگیں ان کے وہ گلشن ہو کہ صحرا ہو

نظامِ خشک و تر پر کیوں نہ اس ہستی کا قبضہ ہو
کہ دورانِ عبادت جس کا لہروں پر مصلا ہو

نظر کے سامنے اے کاش ایسا بھی نظارہ ہو
"طوافِ حج ہو کعبہ ہو مرے مولا کا جلوہ ہو"

زمانے کی نگاہیں منتظر ہیں کتنی صدیوں سے
جو مدت سے ہے پردے میں وہ چہرہ آشکارا ہو

زمیں ظلم و ستم کی تیرگی سے بھر گئی ہر سو
امامِ وقت آئیں عدل کا ہر سو اجالا ہو

ہے جس معجز نما کا دستِ رحمت نبضِ دوراں پر
بھلا کیسے نہ پھر وہ شخصیت رشکِ مسیحا ہو؟

زمین و آسماں بھی سایۂ دامن میں ہوں جس کے
ہمارے سر پہ کیوں اس سائباں کا پھر نہ سایہ ہو؟

جہاں کے ذرے ذرے پر ہو طاری وجد کا عالم
جو بیت اللہ کے منبر پر امامِ حق کا خطبہ ہو

ہماری آنکھ کا سرمہ بنے خاکِ شفا اس کی
میسر گر کہیں ان کا ہمیں نقشِ کف پا ہو

جو غیبت میں بھی رہ کے ہو جہاں کے حال سے واقف
نہ کیوں اک ایک دھڑکن سے ہماری وہ شناسا ہو

عریضے بھیجتے ہیں ہر برس ہم ان کی خدمت میں
اسی امید پر شاید کبھی پوری تمنا ہو

ہماری حاجتیں کیسے نہ ان کے در پہ بر آئیں؟
مگر ہے شرط ہم کو مانگنے کا بھی سلیقہ ہو

سحرؔ عرضِ ہنر کا یوں صلہ مل جائے گا مجھ کو
اگر مقبول ان کی بارگہ میں یہ قصیدہ ہو

روحِ عصر

تصویرِ حال میں ترا فردا ہے منتظر
اے روحِ عصر! لحہ بہ لحہ ہے منتظر

فطرت کے ہر نشاں کو تری ہی تلاش ہے
ہر باغ و کوہ و وادی و صحرا ہے منتظر

ہر اہل دل کو ہے ترے جلوے کی جستجو
قلبِ گداز و دیدۂ بینا ہے منتظر

اس تیرہ خاکداں کو ہے پھر روشنی کی آس
اے آفتاب! ہر کوئی ذرہ ہے منتظر

صبحِ ازل سے پہلے اجالے کا دہر میں
شامِ ابد کا آخری تارا ہے منتظر

کب آئے گی بہار گل و برگ و بار پر
مدت سے دل کا نخلِ تمنا ہے منتظر

آئے کبھی ہمارے عریضوں کا بھی جواب
مدت سے ہر کنارۂ دریا ہے منتظر

اے شہسوار ارض و سما! تیرے واسطے
آنکھیں بچھائے راہ میں دنیا ہے منتظر

تقدیس کی فضا ہے تری راہ دیکھتی
صحنِ حرم میں دیدۂ کعبہ ہے منتظر

سنوریں گے خدو خال کبھی وقت کے سحر
اس آئنے میں ہر کوئی چہرہ ہے منتظر

منظومات

مباهله

باطل جہاں جہاں ہے وہاں ہے مباہلہ
حقانیت کا زندہ نشاں ہے مباہلہ

تطہیرِ اہل بیتؑ کا اعلاں ہے برملا
تقدیسِ پنجتن کا بیاں ہے مباہلہ

پہچانتے ہیں دل سے اسے اہلِ معرفت
خوشبوئے خلد ، نورِ جناں ہے مباہلہ

معیار ہے یہ حق و صداقت کا دہر میں
اعلانِ شاہِ کون و مکاں ہے مباہلہ

لرزا دیا ہے جس نے فضائے نفاق کو
اک گونجتی ہوئی وہ اذاں ہے مباہلہ

جس نے جلا کے کذب کو نابود کردیا
حق کی اک ایسی برقِ تپاں ہے مباہلہ

باطل کے واسطے ہے پیامِ اجل سحرؔ
صدق و صفا کی تیغِ رواں ہے مباہلہ

غدیر

کیا بتائیں کیا نگاہِ حق میں ہے شانِ غدیر
باعثِ تکمیلِ دینِ حق ہے اعلانِ غدیر

عام ہیں من کنت مولا کی صدائیں ہر طرف
ہے ولا کے نور سے معمور دامان غدیر

نقش ہے ہر دل پہ اقرارِ ولایت آج بھی
یاد ہے ہر صاحبِ ایماں کو پیمانِ غدیر

جس نے سمجھا ہے اسے، دیں کی حقیقت پا گیا
اصل میں عرفانِ قولِ حق ہے عرفانِ غدیر

فرق مومن اور منافق کا ہے چہروں سے عیاں
حشر سے بھی پیشتر قائم ہے میزانِ غدیر

روشنی پاتے رہیں گے اس سے اہلِ معرفت
تا ابد پھیلا رہے گا نورِ فیضانِ غدیر

آیہ اکملت جسکی شان میں اتری سحر
یہ قصیدہ کیسے ہو سکتا ہے شایانِ غدیر؟

شب عاشور

بھلا ہے عام کوئی شب کہاں شبِ عاشور؟
حیات و موت کے ہے درمیاں شبِ عاشور

حسینؑ صبح سے پہلے بجھا رہے ہیں چراغ
وفاؤں کا ہے عجب امتحاں شبِ عاشور

زمین کرب و بلا کی ہے روشنی ہر سو
دکھائی دیتا نہیں آسماں شبِ عاشور

گزر رہا ہے ہر اِک لمحہ اِک صدی کی طرح
قضا کی راہ میں یوں ہے رواں شبِ عاشور

عجیب کرب کا عالم ہے روح میں برپا
کہ جیسے ہے سرِ نوکِ سناں شبِ عاشور

نجانے کب مری قسمت میں ہو طلوعِ سحر
رکی ہوئی ہے سرِ دشتِ جاں شبِ عاشور

یوم عاشورہ

زمیں پہ دھوپ کا سایہ ہے یومِ عاشورہ
عجیب حشر سا برپا ہے یومِ عاشورہ

متاعِ صبر ہے عزم و ثبات کا ساماں
حسینؑ ساتھ جو لایا ہے یومِ عاشورہ

حسینیتؓ نے گرا کر بتِ یزیدیت
نشانِ جبر مٹایا ہے یومِ عاشورہ

صدا یہ عرش تلک کس کی گونجتی ہے بھلا
اذان کون یہ دیتا ہے یومِ عاشورہ؟

کٹا کے آخری سجدے میں اپنی گردن کو
قضا کو کس نے ہرایا ہے یومِ عاشورہ؟

یہ کس سخی کی سخاوت کی دھوم ہے ہر سو؟
گھر اپنا جس نے لٹایا ہے یومِ عاشورہ

یہ کس جری نے کٹے بازوؤں سے اپنے سحرؔ
علم وفا کا اڑایا ہے یومِ عاشورہ

علم

آزادیٔ حیات کے احساس کا علم
لہرا رہا ہے آج بھی عباسؑ کا علم

اس خون سے بھرے ہوئے پرچم کے سامنے
کیا شے بھلا ہے گوہر و الماس کا علم

جو اس کے ساتھ مشکِ سکینہؑ کو تھی بندھی
یہ ہے اُسی امید ' اُسی آس کا علم

یاد آ رہا ہے منظرِ غم دیکھ کر اسے
یہ کربلا کے وشت کی ہے پیاس کا علم

شیطانیت کے شر سے رہیں گے بچے ہوئے
چھایا ہے ہم پہ سورۂ وَالنّاس کا علم

لہرا رہا ہے دیدۂ پُر آب میں سؔحر
ہر اشکِ غم ہے اک دلِ حساس کا علم

خاک شفا

ہے جہاں میں ہم کو حاصل خوب ادراکِ شفا
ہم نے چہرے پر ملی ہے اس لئے خاکِ شفا

ایک اک تار سیہ ہے روکشِ تنویرِ خلد
ہے عزا کا پیرہن دراصل پوشاکِ شفا

ہے غم شبیرؑ دنیا کے ہر اک غم کا علاج
مصحفِ کرب و بلا ہے نسخۂ پاکِ شفا

ذرے ذرے پر یہاں ہوتا ہے رحمت کا نزول
خاکِ دشتِ نینوا ہے رشکِ افلاکِ شفا

ماتمِ شہؑ میں سحرؔ میرا گریباں چاک ہے
دیکھئے تو غور سے یہ چاک ہے چاکِ شفا

محبان علیؑ

جو مستِ مئے ساغرِ عرفانِ علیؑ ہیں
وہ لوگ ہی درصل محبانِ علیؑ ہیں

سردارِ جوانان جناں جن کا لقب ہے
وہ صرف زمانے میں جوانانِ علیؑ ہیں

ہو صدق و عدالت کہ شجاعت کہ سخاوت
اوصاف ہیں جتنے بھی وہ شایانِ علیؑ ہیں

سرمایۂ صد حکمت و دانش ہیں جہاں میں
اشعار کہ جو شاملِ دیوانِ علیؑ ہیں

محشر کی کڑی دھوپ سے خائف ہوں بھلا کیوں؟
ہم لوگ کہ وابستۂ دامانِ علیؑ ہیں

اعمال پہ ہم اپنے جو کرتے ہیں نگاہیں
ہم لوگ کہاں لائقِ میزانِ علیؑ ہیں

اللہ و محمدؐ کی وہ سنت کے ہیں تابع
شاعر کہ سحؔر جو بھی ثنا خوانِ علیؑ ہیں

شعرائے اهل بیتؑ

رواں جو اپنے قلم کا سمند رکھتے ہیں
ہم آسماں کو بھی زیرِ زقند رکھتے ہیں

ہمارے زیرِ نگیں ہے سخن کی ہفت اقلیم
کہ حرف حرف کو زیرِ کمند رکھتے ہیں

یہ عشقِ سید لولاکؐ کا ہے فیض کہ ہم
نگاہِ پاک و دلِ درد مند رکھتے ہیں

ہمیں یہ نازؔ گدائے درِ علوم ہیں ہم
ہمیں یہ فخر کہ ذوقِ بلند رکھتے ہیں

درِ بتولؑ کے ادنیٰ غلام ہیں ہم لوگ
غمِ جہاں سے بری بند بند رکھتے ہیں

یہ ان کا فیضِ کرم ہے کہ ہم سے اہلِ سخن
سمندروں کو جو کوزے میں بند رکھتے ہیں

انہی کی فکر ہمارے ہے ذہن کا محور
نظر میں دہر کے پست و بلند رکھتے ہیں

انہی کے ذکر سے ساری حلاوتیں لے کر
جو حرف رکھتے ہیں ہم رشکِ قند رکھتے ہیں

انہی کے نام کو وردِ زباں بنا کر ہم
مزا حیات کا اپنی دو چند رکھتے ہیں

ہماری فکر بھی معصوم فن بھی ہے معصوم
کہ دور خود سے ہر اک ہم گزند رکھتے ہیں

خدا بھی ان کے مدارج بلند کرتا ہے
جو حق کے نام کا پرچم بلند رکھتے ہیں

ہمیں یہ فخر کہ ہیں اہلِ بیتؑ کے شاعر
ہمیں یہ ناز وہ ہم کو پسند رکھتے ہیں

انیسؔ ہو کہ فرزدقؔ دبیرؔ ہو کہ سحرؔ
غمِ حسینؑ میں نامِ بلند رکھتے ہیں

بازار کوفہ میں خطبہ جناب زینبؑ

ہے سب حمد وثناء اللہ کی خاطر،
اور ہمارے جدِ عالیشان محمدؐ پر درود ورحمتِ پروردگار،
اوران کی آل پاک پر، نیکی میں جو ممتاز ہے،
اے اہل کوفہ!
اے فریب ومکرویاوہ گوئی کے خوگر،
بھلا گریہ کناں ہو تم مصائب پر ہمارے؟
خشک ہو پائیں نہ یہ آنکھیں تمہاری آنسوؤں سے کاش!
اور آہیں تمہاری ہوں نہ ہرگز ختم،
بیشک ہے تمہاری داستاں اس بے وقوف عورت کی صورت،
جس نے خود ہی سوت کاتا، پھر اسے خود توڑ ڈالا،
تم نے بھی اپنا تعلق باندھنے کے بعد ہم سے توڑ ڈالا ہے،
فساد وفتنہ ونخوت، تکبر اور تملق اور خوشامد کے سوا کیا ہے تمہارے پاس؟
تم تو جاہلیت کی صفات بد کی جانب لوٹ آئے ہو،
کنیزوں کی ہو تم اولاد!
تم میں دشمنانِ دین کی اب چاپلوسی اوران کی ناز برداری کا ہے کردار،
کیا اس گھاس کی صورت نہیں تم؟
ڈھیر پر کوڑے کے جو اگتی ہے،
یا چاندی کی ایسی کان ہو، مٹی میں پوشیدہ جو ہو،
سن لو! کہ تم نے خود ہی بدبختی فراہم کی ہے اپنے واسطے،
تم پر خدا کا اب عذاب آنے ہی والا ہے،

اوراس میں مستقل تم مبتلا ہو گے'
عزیزوں کو ہمارے قتل کر کے کیا تم اب آنسو بہاتے ہو؟
قسم اللہ کی' رونا ہی تم کو چاہئے'
روو زیادہ اور ہنسو کم'
تم نے ننگ وعار کا سودا کیا اور داغدار اپنے ہی دامن کو کیا ہے ایسے دھبے سے'
جسے ممکن نہیں دھونا'
بھلا کیسے یہ ممکن ہے؟
کہ ختم المرسلینؐ' جانِ رسالت'
معدنِ پیغمبری کے خانداں کے قتل سے خود کو بری تم کر سکو'
اور ایسی طاہر شخصیت کے قتل سے'
سردار ہیں جو اہل جنت کے جوانوں کے'
کیا ہے قتل اسے تم نے' تمہارے واسطے تھا جو پناہ گہ اور ہدایت کا چراغ'
اور ہر مصیبت اور بلا میں جو تمہارے واسطے وجہِ سکون وامن تھا'
مینار تھا وہ روشنی کا اور تھا حجت خدا کی'
سنتوں کا محور ومرکز
سنو! سنگیں بہت ہے یہ تمہارا جرم'
تم (اللہ کرے) خیر وسعادت سے رہو محروم'
اور ساری مساعی بے نتیجہ ہوں تمہاری'
اور تمہارے ہاتھ کٹ جائیں'
گناہوں کے خسارے سے رہو دوچار تم'
اللہ کے قہر وغضب کے مستحق ہو تم'
شکستوں' ذلتوں' رسوائیوں کے تازیانے ہی پڑیں گے اب ہمیشہ کے لئے سر پر
تمہارے'

اور دیا ہے کام تم نے بدترین انجام یہ ایسا'
کہ ڈر ہے آسمانوں میں نہ پڑ جائیں شگاف'
اور پھٹ نہ جائے یہ زمیں' اور کوہسار اس میں سما جائیں'
بہت افسوس ہے اے اہل کوفہ! تم پہ'
کیا تم جانتے ہو؟
تم نے ہے زخمی کیا پیغمبر حق کے جگر کو'
تم نے کیسے ان کی حرمت کی ہتک کی؟
کیسے تم نے خوں بہایا ان کا؟
کیسے پردۂ حرمت کو تم نے چاک کر ڈالا؟
ہوئے ہو ایک بھاری جرم کے اور ایک حیراں کن گنہ کے مرتکب تم'
یہ گنہ ہیں اسقدر سنگیں' جنہوں نے ہے زمیں کو بھر دیا'
جو آسماں پر چھا گئے' تو کر دیا ہے تیرہ تاریک اس کو'
کیا تعجب ہے؟ کہ اس غم میں فلک سے خون کی بارش ہو'
تاہم آخرت کا ہے عذاب سخت اس سے بھی کہیں بڑھ کر'
کوئی ہرگز نہ اٹھے گا مدد کے واسطے اس دن تمہاری'
اور عذابِ سخت میں اللہ نے جو مہلت تمہیں دی ہے'
اسے ہرگز نہ یہ سمجھو' کہ اس نے کم تمہارے جرم کو جانا ہے'
کیونکہ وہ کبھی جلدی نہیں کرتا سزا دینے میں'
شاید انتقامِ خوں میں وہ مظلوم کے تاخیر فرمائے'
مگر اللہ ہمارے اور ان کے ہے قریب'
اور ظالموں کی گھات میں ہے وہ'

دربار یزید میں خطبہ جناب زینبؑ

ہے سب تعریف اللہ کے لئے سارے جہانوں کا جو رب ہے
اور اللہ کی طرف سے ہو پیمبرؐ پر درود
اور ان کے اہل بیتؑ پر بھی
اور خدا نے سچ ہے فرمایا
وہ لوگ انجام کو پہنچے برائی کے ہوئے جو مرتکب
جھٹلایا آیات الٰہی کو جنہوں نے
اور تمسخر بھی اڑایا ان کا
کیا تیرا گماں ہے اے یزید! ایسا
کہ ہم کو قید کر کے تنگ کر دی ہے فضا ارض وسما کی تو نے ہم پر؟
اور پھرایا ہے ہمیں شہروں میں بازاروں میں کر کے قید
کیا تو سوچتا ہے ہم کو ذلت ہے ملی؟
اور تو نے حاصل کی ہے عزت؟
کیا سمجھتا ہے کہ اپنے اس عمل سے تو نے ایسا کارنامہ ہے کیا
جس کی خوشی سے تو نہیں پھولا سماتا؟
اور غرور و فخر سے تو دیکھتا ہے چار سو اپنی حکومت کو؟
بھلا تو اپنی مرضی کے مطابق یہ جہاں آباد پاتا ہے؟
سمجھتا ہے کہ سب انجام پاتے ہیں اُمور دنیوی تیری ہی مرضی کے مطابق؟
اور سمجھتا ہے کہ تو نے ٹھیک جانا ہے ہمارے منصب و عزت کو؟
کچھ تو غور کر!
کیا بھول بیٹھا ہے تو فرمانِ الٰہی کو؟
وہ فرماتا ہے۔ کافر یہ نہ سمجھیں ہم نے جو مہلت انہیں دی ہے وہ ان کے فائدے میں ہے

یہ مہلت اس لئے ہم نے انہیں دی ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ اور کرلیں'
اور رسوا کن عذابِ سخت ہے ان کے لئے آخر'
جنہیں ہم نے کیا آزاد' تو ان کی ہے اک اولاد'
یہ انصاف ہے تیرا؟
کہ اپنی عورتوں کو اور کنیزوں کو تو پردے میں بٹھا رکھا ہے تو نے'
اور نبیؐ کی بیٹیاں نامحرموں کے درمیاں قیدی بنا رکھی ہیں'
پارہ پارہ ان کی حرمت وتقدیس کو تو نے کیا ہے'
اور بے پردہ کیا ہے ان کے چہروں کو'
کہ ان کو دیکھتے ہیں دشمنان دیں'
انہیں تو نے پھرایا شہر شہر
حتیٰ کہ شہروں اور دیہاتوں کے باشندے' انہیں اب دیکھتے ہی اپنی آنکھوں سے'
تماشا اک بنا رکھا ہے ان لوگوں نے ان کو'
کیفیت یہ ہے' کہ ان کے مردان کی نگہبانی کو نہیں موجود'
اور ان کا کوئی حامی نہیں ہرگز'
بھلا کیا مہربانی کی توقع اس سے؟
جو اولاد ہو ان کی' شہیدوں کا جگر کچا چبایا ہو جنہوں نے'
اور ایسے شخص سے نرمی کی کیا امید؟
جس کا جسم خود ایسے شہیدوں کا لہو پی کر بنا ہو
کیسے کر سکتا ہے اہل بیتؑ سے اپنی عداوت میں کمی وہ؟
جس نے ڈالی ہو نظر ہم پر سدا بغض اور نفرت کی'
اور اپنی زندگی میں انتقام وغیظ کی آنکھیں کھلی رکھیں'
بجائے اپنے احساسِ گنہ کے' جرم کو اپنے سمجھتا ہو بڑا'
اور فخر سے کہتا ہو' آج اے کاش میرے باپ دادا یہ خوشی وشادمانی دیکھتے' تو مجھ سے یہ کہتے'
نہ ہوں شل ہاتھ تیرے اے یزید!
او بے ادب! تو حضرت شبیرؑ کے دندان اقدس سے چھڑی کے ساتھ گستاخی ہے کرتا'

جو جوانانِ جناں کے سیدوسرور ہیں'
پھر تو شعر بھی کہتا ہے اپنی شان میں'
لیکن یہ باتیں کس طرح کرتا ہے تو؟
کیا تیری طاقت آج اتنی ہے کہ تو نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں دل ہمارے'
اور ٹھنڈا کر لیا اپنے کلیجے کو'
بہایا خون اولاد محمدؐ کا'
محمدؐ جن پہ اور جن کی مقدس آلؑ پر اللہ اپنی بھیجتا ہے رحمتیں'
(اور وہ جنہیں تو نے کیا ہے قتل) عبدالمطلبؓ کے خانوادے کے درخشاں تھے ستارے'
اور پھر اجداد کو اپنے صدا دیتا ہے تو'
اور یہ گماں رکھتا ہے' وہ دیں گے جواب'
حالانکہ تو جلدی پہنچ جائے گا ان کے پاس خود'
اور یہ کرے گا آرزو' اے کاش! میرے ہاتھ ہوتے شل' زباں ہوتی مری گونگی'
کہ میں نے جو کہا وہ کہہ نہ پاتا'
اور کیا جو کر نہ پاتا'
لے ہمارا حق تو ان لوگوں سے اے پروردگار!
اور ظالموں سے لے ہمارا انتقام'
اپنے غضب کو ان پہ نازل کر
جنہوں نے خوں بہایا ہے ہمارا' اور ہمارے حامیوں کو قتل کر ڈالا ہے'
واللہ! (تو اگر سمجھے حقیقت میں) تو اپنے اس گنہ سے تو نے اپنے آپ ہی کو ریزہ ریزہ ہے کیا'
جب تو خدا کے حکم سے جلدی ہی پیغمبرؐ کے ہوگا روبرو
تو ان کی ذریّت کا خوں لادے ہوئے ہوگا'
اور ان کی عترتِ اقدس کی حرمت کی ہتک کا جرم'
ان کے قتل ناحق کا عذاب اپنی تو گردن پر لئے ہوگا'
یہ ہوگا حشر کے دن' جب خدائے پاک اپنے روبرو ختم الرسلؐ اور ان کے اہلِ بیتؑ اور ان کے سبھی بکھرے ہوئے افراد کو یکجا کرے گا

اوران کے حق کوان کے دشمنوں سے وہ طلب فرمائے گا'

(اس کا ہے یہ ارشاد) مت سمجھوانہیں مردہ' شہید اللہ کی جوراہ میں ہوں'

بلکہ وہ زندہ ہیں' اپنے رب سے اپنا رزق پاتے ہیں'

سو کافی ہے تری خاطر یزید! اتنا' کہ تو روزِ قیامت روبرو اللہ کے ہوگا'

اور کریں گے دعویٰ پیغمبرؐ وہاں تیرے خلاف'

اور جبرئیلؑ ان کی مدد کو اور گواہی کو وہاں موجود ہوں گے'

جلد یہ ہوگا' کہ جن لوگوں نے مکروفن سے مسند پر بٹھایا ہے تجھے' وہ روبرو ہوں گے خدا کے'

اور تجھے معلوم ہونا چاہیے' ہوگی نہایت دردناک اس دن تری حالت'

نہ ہوگا تجھ سے بڑھ کر بدنصیب اس دن کوئی'

معلوم ہو جائے گا اس دن' ہے زیادہ کون مجبور وشکستہ؟

اے یزیدِ نابکار! افسوس! نیرنگ زمانہ نے یہاں تک مجھ کو پہنچایا'

کہ میں ہوں آج قیدی' اور مخاطب ہوں میں تجھ سے برسر دربار'

لیکن جانتی ہوں تیری قوت اور ترے جاہ وحشم کو میں حقیر'

اور اسقدر رکھتی ہوں میں ہمت'

کہ یہ باتیں کہوں میں تیرے منہ پر اور کروں تجھ کو ذلیل وخوار'

لیکن کیا کروں؟

آنکھیں ہماری رورہی ہیں اور ہمارے دل سلگتے ہیں عزیزوں کے فراق وہجر میں'

افسوس صد افسوس! کیا کچھ ہو چکا!

اللہ کے پاک ونجیب افراد ہیں مارے گئے' شیطان صفت لوگوں کے ہاتھوں'

جو ہمارے ہی کبھی آزاد کردہ تھے غلام'

اور ہیں ہمارے ہی لہو سے ہاتھ تم لوگوں کے رنگیں'

اور ٹپکتا ہے ہمارا خوں تمہارے منہ سے'

ہائے! پاک وہ اجسام' جو ہیں ٹکڑے ٹکڑے اور بے سر

آندھیوں میں اور طوفانوں میں وہ سارے پڑے ہیں خاک پر ایسے'

کہ ان کو دیکھتے ہیں بھیڑیوں جیسے درندے لوگ'

او ملعون! سمجھتا ہے اگر تو نے ہمارے قتل سے اور قید سے حاصل کیا ہے کچھ،
تو پھر یہ جان لے اچھی طرح' اس کے عوض تجھ کو ادا کرنا پڑے گی اک بڑی قیمت بروزِ حشر'
جس دن پاس تیرے کچھ نہیں ہوگا'
اور اللہ اپنے بندوں پر نہ ہرگز ظلم فرمائے گا'
تیرے ظلم کی فریاد کرتی ہوں میں اللہ سے'
اور اس سے ہی پناہ و سرپرستی کی ہوں طالب'
تو ہماری دشمنی میں جس قدر بھی مکر اور تدبیر کر سکتا ہے' کر لے'
اور جو کوشش بھی کر سکتا ہے' کر لے'
تو ہمارے نام کو ذہنوں سے اور تاریخ کے صفحات سے ہرگز مٹا سکتا نہیں'
تیرے لئے ممکن نہیں ہے یہ کہ تو روکے فروغِ وحی پیغمبرؐ کو'
یہ تیرے لئے ممکن نہیں ہرگز' ہماری زندگی کو اور ہمارے فخر و اعزازات کو تو ختم کر ڈالے'
نہ یہ ممکن' مٹا ڈالے تو ننگ و عار کے دھبوں کو اپنے دامن عصیاں سے'
اس میں شک نہیں کوئی' کہ تیری عقل ہے کمزور و بچگانہ
اور اس میں بھی نہیں کچھ شک' کہ تیری زندگی کے چند دن باقی ہیں'
تیرے گرد ہیں جو لوگ' ہو جائیں گے جلدی منتشر'
اور یاد رکھ وہ دن' پکارے گا منادی جب'
کہ لعنت ہو خدا کی ظالموں پر'
اور خدا کا شکر ہے' اس نے عطا کی ہے ہمیں آغاز ہی سے اک سعادت اور بخشش'
اور آخر میں نوازا ہے شہادت اور رحمت سے'
ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں' اپنی رحمت و رافت کرے ان عاشقان پاک طینت پر' جو خاک و خوں میں غلطاں ہیں'
وہ فرمائے ثواب و اجر میں ان کے اضافہ'
اور خلافت' جو ہمارا حق ہے' دے ہم کو'
وہ بے حد رحم والا' مہرباں ہے'
اور حمایت کے لئے کافی ہمیں ہے اور مدد کے واسطے وہ سب سے بہتر ہے۔

سلام

کن شہیدوں کا لہو ہے کربلا
ہر قدم پر سرخرو ہے کربلا

تشنگی خنجر لہو ہے کربلا
ظلم کے یوں روبرو ہے کربلا

اب بھی جاری کو بہ کو ہے کربلا
دیکھئے تو چار سو کربلا

عزم و ہمت کی تپش کا نام ہے
زندگی کی آرزو ہے کربلا

موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
زندگی کی گفتگو ہے کربلا

مسکراتی ہے حیات دائمی
موت کے یوں روبرو ہے کربلا

ظلم کی تاریکیوں کے درمیاں
روشنی کی جستجو ہے کربلا

جبر و استبداد کے ماحول میں
حریت کی آرزو ہے کربلا

خیر و شر میں معرکہ جب بھی ہوا
کامیاب و سرخرو ہے کربلا

سجدۂ آخر ہے شاہد شاہؑ کا
بندگی کی آبرو ہے کربلا

تیغ کے سائے میں اوج بندگی
خاک کا خوں سے وضو ہے کربلا

تاجدارِ کربلا کے خون سے
مشکبو ہی مشکبو ہے کربلا

کفر کی خاموشیوں میں نعرہ زن
اے سحرؔ آوازِ ہُو ہے کربلا

پیاسے مسافروں کی ایک یاد کربلا ہے
اشکوں کے موتیوں سے آباد کربلا ہے

للکارتی ہے بڑھ کر ہر ظلم ہر ستم کو
مظلومیت کے دل کی فریاد کربلا ہے

نیزے کی نوک پر بھی اظہارِ حق ہے زندہ
جبرِ ملوکیت کی نقاد کربلا ہے

تا حشر مٹ گئی ہے انسان کی غلامی
تعمیرِ حریت کی بنیاد کربلا ہے

اس ایک ذات میں ہے سب کربلا کا پرتو
سچ پوچھئے تو تنہا سجاد کربلا ہے

بس ایک کیفیت ہے ہر لمحہ ذہن و دل پر
قیدِ شب و سحر سے آزاد کربلا ہے

درد و غم و الم کی تصویر کربلا ہے
جو خون سے لکھی ہے تحریر کربلا ہے

اب تک لہو لہو ہے تاریخ آدمیت
پیوست ہے جو اس میں وہ تیرِ کربلا ہے

نوک سناں پہ سر ہے اک مصحفِ مقدس
آیاتِ بیّنہ کی تفسیر کربلا ہے

ہر فرد کربلا کا کردار ہے مجسم
انسانیت کی محکم تعمیر کربلا ہے

اک موج خوں نے بڑھ کر باطل کو کاٹ ڈالا
باطل کی شاہ رگ پر شمشیر کربلا ہے

تاریخ کہہ رہی ہے آدمؑ سے تابہ خاتمؐ
ہر اہل صدق و حق کی تقدیر کربلا ہے

جس نے حقیقتوں کا بخشا ہے روپ اس کو
خوابِ خلیلؑ کی وہ تعبیر کربلا ہے

شام و سحر ہے روشن میرے قلم کا ہالہ
میرے سخن کی ساری تنویر کربلا ہے

توریت غم ہے دکھ کی انجیل کربلا ہے
آیات درد کی اک تنزیل کربلا ہے

صبر و رضا و غیرت، ایثار و عزم و ہمت
اقدار عالیہ کی تشکیل کربلا ہے

پایا خلیلؑ نے تھا جو خواب میں اشارہ
اس حکمِ ایزدی کی تعمیل کربلا ہے

آدمؑ سے تابہ خاتمؐ گزرے شہید جتنے
ان کی شہادتوں کی تکمیل کربلا ہے

نیزے کی نوک پر یہ کہتا ہے شاہؑ کا سر
قرآن پاک کی اک ترتیل کربلا ہے

کتنے دیے جہاں میں جل جل کے بجھ گئے ہیں
روشن جو ہے ابھی تک قندیل کربلا ہے

آنکھوں سے بہہ رہے ہیں گویا لہو کے قطرے
ان آنسوؤں میں شاید تحلیل کربلا ہے

جس کا نہیں ہے ثانی کوئی سحرؔ جہاں میں
جس کی نہیں ہے کوئی تمثیل کربلا ہے

نوک سناں پہ حق کا اعلان کربلا ہے
دین محمدی کی پہچان کربلا ہے

جس میں شکست پائی ہے موت نے بھی آ کر
موت و حیات کا وہ میدان کربلا ہے

ہے دیں کی دھڑکنوں میں جس سے نئی حرارت
اسلام کے جسد میں وہ جان کربلا ہے

سوچو تو خیر و شر کا اک معرکہ ہے جاری
باطن میں آدمی کے ہر آن کربلا ہے

ہرگام پر ملیں گے آلام اور مصائب
صدق و صفا کی رہ کا سامان کربلا ہے

الفت ہے میرے دل کو خاصان کربلا سے
پوچھو جو مجھ سے میرا ایمان کربلا ہے

میرا کلام سارا غم میں سحرؔ ہے ڈوبا
سچ تو یہی ہے میرا دیوان کربلا ہے

زخم پر زخم کھا رہے ہیں حسینؑ
غم میں بھی مسکرا رہے ہیں حسینؑ

خاندان نبیؐ کے پھولوں سے
دشتِ ویراں بسا رہے ہیں حسینؑ

مالکِ سلسبیل اور پیاسے
ضبط کی حد دکھا رہے ہیں حسینؑ

صبر بھی کانپ کانپ اٹھا ہے
لاشِ اکبرؑ اٹھا رہے ہیں حسینؑ

ساری حجت تمام کرنے کو
ننھے اصغرؑ کو لا رہے ہیں حسینؑ

زندگی موت کے ہے سائے میں
رازِ ہستی بتا رہے ہیں حسینؑ

تا کہ دین خدا بلند رہے
اپنے سر کو جھکا رہے ہیں حسینؑ

اپنے کردار سے وفا کے دیے
آندھیوں میں جلا رہے ہیں حسینؑ

خونِ تازہ کے گرم چھینٹوں سے
نقشِ باطل مٹا رہے ہیں حسینؑ

نوکِ نیزہ پہ ہے سرِ اقدس
چرخ پر جگمگا رہے ہیں حسینؑ

راہِ حق کی طرف سحؔر ہم کو
اب بھی دیکھو بلا رہے ہیں حسینؑ

زمانہ پوچھ رہا ہے کہاں کہاں ہے حسینؑ؟
جہاں جہاں ہیں محمدؐ وہاں وہاں ہے حسینؑ

حسینؑ مجھ سے اگر ہے تو میں حسینؑ سے ہوں
نبیؐ کے قول مقدس کا ترجماں ہے حسینؑ

کسی تلاطمِ دوراں کا خوف کیا ہم کو؟
ہماری کشتیٔ ملت کا بادباں ہے حسینؑ

اسی کے دم سے عبادت کی روح زندہ ہے
قیام و بندگی و سجدہ و اذاں ہے حسینؑ

بلندیوں کا بھلا اسکی کیا ٹھکانہ ہے!
زمیں ہے جس پہ تصدق وہ آسماں ہے حسینؑ

جہاں میں عظمتِ فکر و نظر اسی سے ہے
کہ حریت کا دمکتا ہوا نشاں ہے حسینؑ

اگرچہ تشنہ لبی انتہا پہ ہے اس کی
سمندروں سے کہیں بڑھ کے بیکراں ہے حسینؑ

جہاں کو حوصلہ و ضبط اس نے بخشا ہے
اگرچہ درد سے بھرپور داستاں ہے حسینؑ

ثبات و صبرِ شہِ مشرقین کیا کہنا!
ہر ایک قافلۂ عزم میں رواں ہے حسینؑ

بشر کو جرأتِ اظہار جس نے بخشی ہے
صداقتوں کی وہ بیساختہ زباں ہے حسینؑ

فضا میں جس کی ہے اشکوں کی تازگی ہردم
سحر غموں کا وہ گلزارِ بے خزاں ہے حسینؑ

تمام قصۂ اسلام ہے کتابِ حسینؑ
کہ اصل تذکرۂ دینِ حق ہے بابِ حسینؑ

نبیؐ کا علم حسنؑ کی زباں علیؑ کا زور
زمانے بھر سے اچھوتا ہے اکتسابِ حسینؑ

وہی فصاحت و ابلاغ ہے وہی ہے اثر
خطابِ شاہِؑ نجف ہے کہ ہے خطابِ حسینؑ

لئے ہیں اپنے جلو میں وہ اکبرؑ و اصغرؑ
اک آفتاب ہے اور ایک ماہتابِ حسینؑ

شہادت علی اکبرؑ سے صاف ظاہر ہے
خلیلؑ ہی کا ہے وہ خواب جو ہے خوابِ حسینؑ

ہے خونِ اصغرِؑ معصوم ایسے ہاتھوں پر
کھلا ہوا ہے کوئی جس طرح گلابِ حسینؑ

بس ایک بار انہیں کربلا میں دیکھا تھا
زمانہ لا نہ سکا پھر کوئی جوابِ حسینؑ

ابھر کے کتنے ستارے ہوئے غروب مگر
چمک رہا ہے زمانے میں آفتابِ حسینؑ

رہے گی حشر تلک اس کی روشنی جاری
ہر ایک عہد کی خاطر ہے انقلابِ حسینؑ

نہیں ہے خوف مجھے گرمیٔ قیامت کا
ہے میری روح پہ سایہ فگن سحابِ حسینؑ

کہاں میں اور کہاں درگہِ امام سحؔر
بفیضِ ذوقِ سخن ہوں میں باریابِ حسینؑ

عجیب عزوجاہ و احتشام ہے حسینؑ کا
ہر ایک دل میں خاص اک مقام ہے حسینؑ کا

ہر آنکھ میں جو اشک ہے ہر ایک دل میں درد ہے
جہاں میں ہر طرف یہ فیضِ عام ہے حسینؑ کا

شعور حریت کا یوں جو ہر بشر میں عام ہے
جو سوچئے تو یہ کرم تمام ہے حسینؑ کا

یہ کہہ رہی ہے روحِ سجدۂ اخیر آج بھی
رکوع ہے حسینؑ کا قیام ہے حسینؑ کا

سناں کی نوک پر بھی حق کو سربلند کر دیا
عظیم کس قدر ہے جو یہ کام ہے حسینؑ کا

پیا ہے جس نے بھی اُسے حیاتِ جاوداں ملی
سرورِ سرمدی سے پُر وہ جام ہے حسینؑ کا

عدو ہیں اس کے وہم اور گمان کے غبار میں
یقیں کی روشنی ہے جو کلام ہے حسینؑ کا

سعادتوں کی کتنی منزلیں ہیں اسکی راہ میں
نجات کا نشاں ہر ایک گام ہے حسینؑ کا

نفاق اور کذب سے نہیں ہے اس کا واسطہ
صداقتوں کی راہ پر خرام ہے حسینؑ کا

فنا کی آندھیاں بھی یہ چراغ گل نہ کرسکیں
جو ثبت ہے جہاں پہ وہ دوام ہے حسینؑ کا

یزید اور زیاد کب کے مٹ چکے ہیں دہر سے
مگر جو حشر تک رہے گا نام ہے حسینؑ کا

جدال و فتنہ و فساد ظلم کا نشان ہے
پیامِ امن و آشتی پیام ہے حسینؑ کا

ہر ایک صنف ہے سخن کے آسماں پہ جلوہ گر
مگر چمک میں منفرد سلام ہے حسینؑ کا

مری لحد میں آئی منکر اور نکیر کو صدا
اسے نہ کچھ کہو کہ یہ غلام ہے حسینؑ کا

نہ کیوں ہو اسکی شاعری میں سوز و درد کا اثر
سحرؔ کے لب پہ ذکر صبح و شام ہے حسینؑ کا

بلند کوئی نہیں سر حسینؑ سے بڑھ کر
نہیں کسی کا مقدر حسینؑ سے بڑھ کر

ہے کتنا حوصلہ و صبر بیکراں دل میں
نہیں ہے کوئی سمندر حسینؑ سے بڑھ کر

اکیلی ذات ہی سو لشکروں پہ بھاری ہے
بھلا کہاں کوئی لشکر حسینؑ سے بڑھ کر؟

فقط صدف نہیں دریا بھی جس پہ ناز کرے
جہاں میں ہے کوئی گوہر حسینؑ سے بڑھ کر؟

تلاش منزلِ مقصود خود کرے جس کو
جہاں میں ہے کوئی رہبر حسینؑ سے بڑھ کر؟

زمانے بھر میں کوئی اور ہو تو دکھلاؤ!
ثبات و عزم کا پیکر حسینؑ سے بڑھ کر

جوان لاش اٹھائی ضعیف کاندھے پر
کہاں ہے کوئی دلاور حسینؑ سے بڑھ کر؟

سخن طراز ہے نوک سناں پہ بھی وہ سحر
بھلا ہے کوئی سخنور حسینؑ سے بڑھ کر

کٹا کر اپنا سر شبیرؓ تونے
بدل دی دین کی تقدیر تونے

رہے گی حشر تک دنیا میں باقی
بنائی خوں سے جو تصویر تونے

خلیل اللہ نے تو خواب دیکھا
دکھائی اصل میں تعبیر تونے

دلوں کو جس نے زندہ کر دیا ہے
عطا کی غم کی وہ جاگیر تونے

ہے خاکِ کربلا خاکِ شفا اب
اسے بخشی ہے وہ تاثیر تو نے

غلامی سے چھڑایا ہے بشر کو
جفا کی توڑ دی زنجیر تو نے

جھکا ڈالا ملوکیت کا پرچم
لگا کر نعرۂ تکبیر تو نے

ہے تازہ آج بھی شام و سحر وہ
لہو سے جو لکھی تحریر تو نے

زمیں کو سجدۂ آخر سے لرزاں کر دیا تو نے
کٹا کر سر اجل کو بھی پریشاں کر دیا تو نے

قیامت تک چکا سکتا نہیں انسان وہ ہرگز
اسے بیدار کرنے میں جو احساں کر دیا تو نے

کھلائے اپنے خوں سے ریت پر کچھ ایسے گل بوٹے
بیابانِ بلا رشکِ گلستاں کر دیا تو نے

سرِ نیزہ تلاوت تو نے کی قرآنِ صامت کی
تو اے قرآن ناطق! نطق حیراں کر دیا تو نے

بجھا کر اپنے گھر کے سارے رخشندہ چراغوں کو
سوادِ شامِ غربت میں چراغاں کر دیا تو نے

دکھا کر اپنا کردارِ معلیٰ چشمِ عالم کو
حقیقت ہے یہی انساں کو انساں کر دیا تو نے

شب تاریک دینِ حق پہ چاروں سمت چھائی تھی
لہو دے کر سحر کا سازو ساماں کر دیا تو نے

وجودِ انساں جہاں جہاں ہے
گداز دل کا وہاں وہاں ہے

ہوائے غم یوں چلی ہے ہر سو
فضائے صحرا خزاں خزاں ہے

سلگ رہا ہے کنارِ دریا
ہر ایک خیمہ دھواں دھواں ہے

رسن رسن قید ہیں مسافر
سرِ شہیداں سناں سناں ہے

یہ قتل ہے قتلِ آدمیت
کہ اس کا مقتل زماں زماں ہے

ہے کس کو حاصل دوام ایسا؟
وفا کا شہرہ نشاں نشاں ہے

ہے کس کے یہ خون کی کرامت؟
کہ نبضِ انساں تپاں تپاں ہے

ہے کس کے غم میں یہ آنکھ گریاں؟
ہر ایک چشمہ رواں رواں ہے

ہر ایک دل میں ہے درد اس کا
اُسی کا قصہ زباں زباں ہے

اسی کا ہے زخم سینہ سینہ
اسی کا گریہ فغاں فغاں ہے

لبوں پہ ہے ذکر اس کا جاری
اُسی کا چرچا بیاں بیاں ہے

ہے اس کا اخلاص سجدہ سجدہ
اُسی کا جذبہ اذاں اذاں ہے

سحر سماوات و عرش و کرسی
حسینؑ کا غم کہاں کہاں ہے؟

دیار درد کی ساری فضا بھی روتی ہے
فقط ہمی تو نہیں کربلا بھی روتی ہے

شہادتِ علی اصغرؑ کا ذکر کیا کیجے
عجب چراغ بجھا ہے ہوا بھی روتی ہے

گڑی ہے سینۂ اکبرؑ میں نوک نیزے کی
جوان موت پہ چشمِ قضا بھی روتی ہے

وفا کا ذکر ہے عباسِ نامدار پہ ختم
یہ ایسا ذکر ہے جس پر وفا بھی روتی ہے

بجھا ہے دشتِ بلا میں یہ کونسا سورج؟
کہ آفتابِ فلک کی ضیا بھی روتی ہے

ٹپک رہے ہیں سحرؔ حرف حرف سے آنسو
زبانِ قصۂ کرب و بلا بھی روتی ہے

شعلہ سا سرِ دشت ہر اک سایہ ہے جیسے
سورج سوا نیزے پہ اتر آیا ہے جیسے

زخموں سے بدن چور ہے عباسؑ جری کا
مہتاب سا افلاک پہ گہنایا ہے جیسے

یوں اصغرؑ معصوم ہیں دستِ شہؑ دیں پر
غنچہ سا کوئی شاخ پہ مرجھایا ہے جیسے

اس طرح سرِ نوکِ سناں ہے سرِ شبیرؑ
ظلمات میں اک چاند نکل آیا ہے جیسے

جبریلؑ بھی ماتم میں مرے ساتھ ہے مصروف
جنت کی فضا میں مرا ہمسایہ ہے جیسے

کونین بھی لے کر نہ سحؔر دوں غمِ شبیرؑ
یہ غم تو مری زیست کا سرمایہ ہے جیسے

چمن میں رنگِ لالہ رہ گیا ہے
کسی خوں کا اجالا رہ گیا ہے

سرِ دشتِ بلا اک چاند ڈوبا
فضا میں اس کا ہالہ رہ گیا ہے

کٹے ہیں کس جری کے دونوں بازو؟
وفا کا اک حوالہ رہ گیا ہے

ہوا ناکام باطل کربلا میں
کہ حق کا بول بالا رہ گیا ہے

جہاں میں سانحہ گزرا ہے کیسا؟
کہ ہر سو آہ و نالہ رہ گیا ہے

ہے بوسیدہ سحؔر پوشاکِ راحت
مگر غم کا دوشالہ رہ گیا ہے

سناں کی نوک پہ پیغامِ حق سنایا ہے
حسینؑ! تونے عجب معجزہ دکھایا ہے

خدا اور اس کے نبیؐ کا ہے جو پسندیدہ
کس احتشام سے دشتِ بلا میں آیا ہے

دیا وہ بجھ نہیں سکتا کبھی ہواؤں سے
جو اپنے خون سے شبیرؓ نے جلایا ہے

حسینؑ ابن علیؑ! حریت کے رستے میں
ترا ہی نقشِ قدم ہے جو جگمگایا ہے

فضائے گلشنِ شہرِ نبیؐ سے دور سحرؔ
گھر اپنا شاہؓ نے جنگل میں لا بسایا ہے

علم و عرفانِ خودی لیتے ہیں ہم
کربلا سے آگہی لیتے ہیں ہم

ظلمتِ حالات میں گھر جائیں جب
ذکرِ شہؑ سے روشنی لیتے ہیں ہم

سست جب پڑنے لگے نبضِ حیات
غم سے درسِ زندگی لیتے ہیں ہم

خوں میں ڈوبی دشتِ غم کی خاک سے
اک پیامِ سرمدی لیتے ہیں ہم

زیرِ خنجر سجدۂ شبیرؑ سے
اک شعورِ بندگی لیتے ہیں ہم

مشکلاتِ زیست کے حل کے لئے
اے سحرؔ نامِ علی لیتے ہیں ہم

سرشکِ خوں سے نظر کے ایاغ جلنے لگے
غمِ حسینؑ میں سینے کے داغ جلنے لگے

دھواں سا دشت بلا میں بکھر گیا ہر سو
ہوائے گرم سے صحرا و راغ جلنے لگے

حسینؑ عظمتِ انساں کے اس مقام پہ ہے
کہ سوچنے سے بشر کا دماغ جلنے لگے

دیا بجھایا ہی تھا شہؑ نے اک شبِ عاشور
ثبات و عزم کے کتنے چراغ جلنے لگے

سلگ رہے تھے کچھ ایسے خیامِ آلِ نبیؐ
سحرؔ شگفتہ کوئی جیسے باغ جلنے لگے

درد سے بے نیاز کوئی نہیں
یہ حقیقت ہے راز کوئی نہیں

کربلا جیسے سانحے کے بعد
قہقہوں کا جواز کوئی نہیں

قتل جب سے ہوئی ہے روحِ سجود
اب وہ لطفِ نماز کوئی نہیں

جبر شاہی کو یوں جو للکارے
بعدِ شاہِ حجازؑ کوئی نہیں

عدل اعلانیہ یہ کہتا ہے
ظلم سے ساز باز کوئی نہیں

اہلِ بیتِ نبیؐ کے در کے سوا
نقطۂ ارتکاز کوئی نہیں

اُس قلم پر نہ جو لکھے غمِ شہؑ
اے سحر ہم کو ناز کوئی نہیں

یادِ شہؑ میں کھل رہے ہیں چشمِ پرنم کے گلاب
کیوں تروتازہ نہ ہوں یہ موسمِ غم کے گلاب؟

ضامنِ بخشش بنے گی حشر میں ان کی مہک
جو بھی سینوں کے ہیں گلدستوں میں ماتم کے گلاب

جن کی خوشبوئے وفا سے ہیں فضائیں عطر بیز
آج بھی تازہ ہیں وہ غازیؑ کے پرچم کے گلاب

شبرؑ و شبیرؑ کی توصیف ہو کیسے بیاں؟
باغِ جنت میں ہیں یہ شاہِ دو عالمؐ کے گلاب

میرے دل کی شاخ پر ہیں جو عقیدت سے کھلے
ہیں بلالؓ و بوذرؓ و مقدادؓ و میثمؓ کے گلاب

اک طرف ہے چند گلہائے مودت کی بہار
اور اک جانب سحر ہیں سارے عالم کے گلاب

کہیں گے جس کو گُلِ ماہتاب کی خوشبو
ہے صورتِ علی اکبرؑ شباب کی خوشبو

نہ دیکھا نہر کو عباسؑ نے نظر بھر کر
ترس گئی لبِ تشنہ کو آب کی خوشبو

نہیں ہے نوکِ سناں پر سرِ شہؑ والا
مہک رہی ہے یہ اُم الکتاب کی خوشبو

ہر ایک پھول میں قاسمؑ کے ہے لہو کا رنگ
کلی میں غنچہِ اُمِ ربابؑ کی خوشبو

حسینؑ کیسے اطاعت کرے یزیدوں کی؟
حسینؑ میں ہے رسالت مآب کی خوشبو

تراب سے مرا رشتہ اگر ہے مستحکم
تو مجھ سے آئے نہ کیوں بوتراب کی خوشبو؟

جنہیں یقینِ قوی آخرت پہ ہے ان کو
لبھائے کیسے جہانِ خراب کی خوشبو؟

لکھا ہے میں نے سحرؔ تذکرہ شہیدوں کا
مرے قلم میں رچی ہے گلاب کی خوشبو

کٹ کر بھی سر بلند ہے نیزے کی نوک پر
ذیشان و ارجمند ہے نیزے کی نوک پر

پھیلی ہیں یوں تلاوتِ حق کی حلاوتیں
جیسے زبانِ قند ہے نیزے کی نوک پر

جس پر ہے سارے عالمِ انسانیت کو ناز
وہ قلبِ درد مند ہے نیزے کی نوک پر

حیران ہیں خرد کی نگاہیں یہ دیکھ کر
قد عشق کا دو چند ہے نیزے کی نوک پر

جس نے فصیلِ جبر کو دی ہے شکستِ فاش
وہ صبر کی کمند ہے نیزے کی نوک پر

کردار سب ہیں ظلم و تشدد کے سرنگوں
اک حریت پسند ہے نیزے کی نوک پر

محسوس یوں ہوا ہے غمِ شاہ میں سحرؔ
رگ رگ ہے بند بند ہے نیزے کی نوک پر

آنکھ سے شاہؑ کے غم میں ہیں جو آنسو نکلے
زندگی کی شب تاریک میں جگنو نکلے

آئی جو نرغۂ گرداب میں کشتی دیں کی
دستگیری کو ہیں عباسؑ کے بازو نکلے

دیکھ کر جن کو نبی یاد بہت آتے تھے
ہو بہو اکبرؑ رعنا کے ہیں گیسو نکلے

سر نیزہ وہ شہیدوں کے سروں کی جگمگ
چرخ پر جیسے ستارے تھے کہ ہر سو نکلے

انقلابات کی بنیاد بنے ہیں وہ سحرؔ
غمِ شبیرؑ میں جو عزم کے پہلو نکلے

قافلہ شاہؑ کا یوں برسرِ صحرا اترا
آسمانوں سے کوئی جیسے صحیفہ اترا

شدتِ تشنہ لبی ننھے علی اصغرؑ کی
دیکھ کر شرم سے چڑھتا ہوا دریا اترا

شاہِ دیں ڈوب گئے خون کے گردابوں میں
پار یوں دینِ محمدؐ کا سفینہ اترا

شامِ غربت کے اندھیروں میں ہیں وہ آج گھرے
جن کے گھر اوجِ فلک سے تھا ستارہ اترا

سر شہیدوں کے سحر جونہی سناں پر چمکے
شان یہ دیکھ کے طاغوت کا چہرہ اترا

نے تخت ہے قبضے میں نہ سر پر ہے ترے تاج
اس پر بھی حکومت تری بیعت کی ہے محتاج

ہر لب پہ ترا ذکر ہے اے شاہِ شہیداں !
ہر مملکتِ دل پہ ترے نام کا ہے راج

وہ آخری سجدے میں ترا سر کو جھکانا
واللہ حقیقت میں عبادت کی ہے معراج

سر دے کے تری راہ میں اے دینِ محمدؐ !
شبیر نے رکھ لی ہے حقیقت میں تری لاج

یہ شخص جو پیاسا نظر آتا ہے بظاہر
حق یہ ہے کہ ایمان کا ہے قلزمِ موّاج

ایسی تو کوئی جنگ جہاں نے نہیں دیکھی
اک سمت بہتر ہیں تو اک سمت ہیں افواج

صدیاں بھی سحرؔ کہنہ اسے کر نہیں پائیں
لگتا ہے کہ ہے معرکہ برپا یہ ہوا آج

پلکوں پہ ستارے سے جو لہرائے ہوئے ہیں
دریاؤں کو ہم درد کے ٹھہرائے ہوئے ہیں

چھایا ہوا یہ شامِ غریباں کا دھواں ہے
سینے میں جو ہم آگ سی سلگائے ہوئے ہیں

مہر و مہ و انجم کی چمک ماند پڑی ہے
نقشِ قدمِ شہؑ سے یہ شرمائے ہوئے ہیں

کردارِ حسینؑ ابن علی کا یہ اثر ہے
جتنے بھی یزیدی ہیں وہ گھبرائے ہوئے ہیں

مظلوم کے یہ صبر کا اعجاز ہے سارا
جو ظلم کے ایوان ہیں تھرائے ہوئے ہیں

شبیرؑ کی الفت سے بھلا کیسے جدا ہوں؟
عشقِ شہِ لولاک جو اپنائے ہوئے ہیں

ہر دور کی تاریخ کے چہرے کا ہیں غازہ
خود کو جو سحر خون میں نہلائے ہوئے ہیں

نہیں ہے صرف جبینِ حسین سجدے میں
تمام دین کی ہے روح عین سجدے میں

بتا گیا ہے مقامِ عبودیت کیا ہے؟
علیؑ و فاطمہؑ کا نورِ عین سجدے میں

سرِ حسینؑ ہے کیا خاک کے مصلے پر
عبادتوں کا ہے سب زیب و زین سجدے میں

زمینِ کرب و بلا کانپ اٹھتی ہے
گئے ہیں جب سے شہِ مشرقین سجدے میں

جھکے نہ کس لئے تعظیم کو سرِ انساں؟
ہے مرکزِ نگہٗ قبلتین سجدے میں

فلک پہ گریہ کناں ہیں ملائکہ شاید
سنائی دیتا ہے اک شور وشین سجدے میں

خدا ہی جانے اٹھائے گا اپنا سر کب تک؟
ابھی تلک تو سحر ہے حسینؑ سجدے میں

درد کے کتنے جزیروں سے گزر آیا ہے !
جو ستارہ مری پلکوں پہ ابھر آیا ہے

ایک خنجر کی طرح دل میں چبھن ہے اس کی
چاند جو ماہِ محرم کا نظر آیا ہے

تیغ قاتل کو جو دیکھا ہے گلوئے شہؑ پر
فرش کیا عرش کا ماحول بھی تھرایا ہے

علی اکبر نہیں مقتل کی زمیں پر اترے
آسمانوں سے کوئی چاند اتر آیا ہے

ایک لرزہ ہے بپا تختِ ملوکیت پر
طشتِ شاہی میں یہ کس شخص کا سر آیا ہے؟

ذلت آمیز ہزیمت ہی ملی ہے اس کو
خیر کے سامنے جب لشکرِ شر آیا ہے

غازۂ خونِ شہیداں کا ہے اعجاز سحرؔ
تا ابد چہرۂ اسلام نکھر آیا ہے

کیا عزو جاہ و شان ہے کیا احتشام ہے !
کٹ کر بھی سر حسینؑ کا محوِ کلام ہے

ہر عہد میں یزید کی تقدیر ہے فنا
ہر دور میں حسینؑ کو حاصل دوام ہے

جنگ و جدال اس کے مخالف کا ہے طریق
جو امن کا پیام ہے اس کا پیام ہے

کب تک کوئی فرات پہ پہرے بٹھائے گا؟
ہر ایک تشنہ لب پہ شہادت کا جام ہے

ہے پیروِ حسینؑ اگر مصلحت شناس
سمجھو شعور اس کا حقیقت میں خام ہے

آزادیٔ حیات کا وہ راز پا گیا
جو کربلا کے بندۂ حر کا غلام ہے

کیا اس سے بڑھ کے ہو گی سحرؔ منزلت مری
شبیرؑ کے جو مدح سراؤں میں نام ہے

نہیں ہے شے کوئی اس ایک بات سے بڑھ کر
کہ غم حسینؑ کا ہے کائنات سے بڑھ کر

بہے ہیں آج تک آنسو جو شاہؑ کے غم میں
وہ سیلِ درد کہیں ہے فرات سے بڑھ کر

شہید سے کوئی پوچھے اجل کی لذت کو
کہ موت جس کو ہے قند و نبات سے بڑھ کر

رہِ خدا میں شہیدوں کی موت کیا کہنا !
حیات کوئی نہیں اس حیات سے بڑھ کر

حسینؑ نام ہے کردار کا زمانے میں
جسے اصول مقدم ہیں ذات سے بڑھ کر

زبانِ عام میں کہتے ہیں کربلا جس کو
ہے اک پیام کہیں واقعات سے بڑھ کر

سحؔر وفا کے شہیدوں کا ذکر لکھنے کو
ہیں میرے اشک قلم اور دوات سے بڑھ کر

یہ جو چہرے ہیں جگمگائے ہوئے
اپنے ہی خوں میں ہیں نہائے ہوئے

روشنی عام کر رہے ہیں حسینؑ
گھر کے سارے دیئے بجھائے ہوئے

تاجدارانِ دہر آتے ہیں
تیرے مرقد پہ سر جھکائے ہوئے

عام ہے آج حریت ہر سو
یہ ہیں دریا ترے بہائے ہوئے

آندھیاں بھی انہیں بجھا نہ سکیں
جو دیئے ہیں ترے جلائے ہوئے

خون عباس میں جو ڈوبا تھا
وہی پرچم ہیں ہم اٹھائے ہوئے

ذکر شبیر کا ہے شام و سحر
یوں زمانے پہ وہ ہیں چھائے ہوئے

کون سی مقدس یہ گودیوں کے ہیں پالے؟
دشتِ غم میں آئے ہیں دشتِ غم کے رکھوالے

آسمانِ صحرا پر کون جگمگاتا ہے؟
کس کے چاند چہرے پر روشنی کے ہیں ہالے

شام کی مسافت میں کون ایسا قیدی ہے؟
ہاتھ میں ہیں زنجیریں اور پاؤں میں چھالے

مجھ کو عیشِ دنیا سے اب نہیں غرض کوئی
میں نے اوڑھ رکھے ہیں درد و غم کے دوشالے

کربلائے دوراں میں ہے کوئی حسینؑ ایسا؟
جبر اور تشدد کی ظلمتوں کو جو ٹالے

کس کے درد میں ڈوبا ہے سحرؔ قلم میرا؟
میرے حرف ہیں آنسو میرے شعر ہیں نالے

جونہی آتا ہے محرم
آنکھ ہو جاتی ہے پر نم

اے حسینؑ! اے شاہِ عالم!
سب سے بڑھ کر ہے ترا غم

فرش سے تا عرشِ اعظم
گونجتا ہے تیرا ماتم

جب بھی پائیں ہمتیں کم
یاد کرتے ہیں تجھے ہم

تیرے غم میں کل جہاں کے
غم ہوئے جاتے ہیں مدغم

عزم ہے تیرا مسلسل
حوصلہ ہے تیرا محکم

رشک سب کرتے ہیں تجھ پر
نوحؑ و ابراہیمؑ و آدمؑ

آج بھی ہر سو جہاں میں
اُڑ رہا ہے تیرا پرچم

آج بھی مقتل میں تیرے
وقت کی ہے چال مدھم

ماننے والوں کا تیرے
سر نہیں ہو گا کبھی خم

آنکھ میں آنسو نہیں ہیں
بہہ رہا ہے غم کا زمزم

شامِ غم ہو یا سحر ہو
درد کا ہے ایک موسم

نہیں ہے دشتِ بلا میں حسینؑ نیزے پر
رسولِ پاک کے دل کا ہے چین نیزے پر

نظر میں شکر لبوں پر تلاوتِ قرآں
ہے اس ادا سے شہِ مشرقین نیزے پر

حبیبؓ و حُرؓ بھی تو اس قافلے میں شامل ہیں
ہیں جس میں جَونؑ و زہیر ابن قین نیزے پر

خدائے پاک! یہ کیا رنگ ہے زمانے کا؟
کہ شر ہے تخت پہ اور خیرِ عین نیزے پر

زمانہ دیکھ رہا ہے نگاہِ حیرت سے
ہے جذبۂ دلِ بدر و حنین نیزے پر

بہتّر اہلِ وفا کا ہے سر بلند سحرؔ
بپا ہے حشر کا اک شوروشین نیزے پر

آنکھوں سے جو ہوتی ہے مری اشک فشانی
ہے شاہؑ کے غم میں کسی دریا کی روانی

ہے کرب و بلا تازہ ہر اک دور کے لب پر
صدیوں میں بھی یہ ہو نہ سکی بات پرانی

رنگین ہے دونوں سے بیاں کرب و بلا کا
اصغرؑ کا وہ بچپن ہو کہ اکبرؑ کی جوانی

پانی کو طلب پیاسے لبوں کی تھی وگرنہ
پیاسوں کو کہاں دشت میں مطلوب تھا پانی؟

تسلیم ہو ایثار ہو یا صبر و رضا ہو
ملتا ہی نہیں دہر میں شبیرؑ کا ثانی

تھا موت جو اک حرف زمانے کی لغت میں
شبیرؑ نے تبدیل کیے اس کے معانی

یہ سانحہ لفظوں سے رقم ہو نہیں سکتا
قصہ یہ بیاں ہوتا ہے اشکوں کی زبانی

افلاک پہ ماتم ہے بپا کرب و بلا کا
ہے رنگِ شفق خونِ شہیداں کی نشانی

انسان تو فانی ہے سحرؔ دہر میں لیکن
ممکن نہیں انسان کا کردار ہو فانی

تو ایسا چاند ہے جو ڈوب کر ابھرتا ہے
زمانہ سامنے آنے سے تیرے ڈرتا ہے

سلام کرنے وفاؤں کو تیری اے عباسؑ !
فرات آج بھی تیرا طواف کرتا ہے

سرِ افق یہ ستارے نہیں ہیں ٹوٹ رہے
یہ آسمان ترے غم میں آہ بھرتا ہے

بریدہ بازوؤں نے جس کو لکھ دیا خوں سے
کہاں زمانہ حکایت رقم وہ کرتا ہے؟

ہے زخم زخم بدن اور حلق ہے تشنہ
کہ دینِ حق کا مقدر یونہی سنورتا ہے

اسے نہ مردہ کہو وہ ہے زندۂ جاوید
جو راہِ حق میں شہادت کی موت مرتا ہے

یہ کہہ رہا ہے سحؔر اب بھی پرچمِ غازی
کہ خون دے کے ہی رنگِ وفا نکھرتا ہے

ہدف جو تیرِ ستم کا گلوئے اصغرؑ تھا
ضرور سینۂ حرملہ میں کوئی پتھر تھا

وہ لاکھ پیاسا تھا دریا کے پاس کیوں جاتا؟
کہ اپنی ذات میں وہ شخص اک سمندر تھا

اک ایک فرد تھا اپنی مثال آپ اس کا
جو لٹ گیا سرِ دشت بلا وہ کیا گھر تھا!

بھلا یہ کس میں تھی جرأت کہ سامنے آتا
حسینؑ ہو کے اکیلا بھی ایک لشکر تھا

شہِ شہیدؑ کے ساتھی تھے منتخب سارے
مثال میں کوئی سلمانؓ کوئی ابوذرؓ تھا

کٹی جو سجدہ آخر میں کس کی گردن تھی؟
سناں پہ بول رہا تھا جو کس کا وہ سر تھا؟

فلک سے خون کی برسات ہو رہی تھی سحر
عجیب شامِ غم و درد کا وہ منظر تھا

یہ کس نے ایک نظر دیکھ کر ترحّم سے
بچائی کشتیٔ دیں شدتِ تلاطم سے

جو پتھروں سے بھی بڑھ کر تھے سخت دل ظالم
وہ رو پڑے علی اصغرؑ کے اک تبسم سے

اذان دی تھی جو اکبرؑ نے صبحِ عاشورہ
فضائیں گونج رہی ہیں اسی ترنم سے

حکومتیں تو ہمیشہ دلوں پہ چلتی ہیں
حکومتیں نہیں چلتیں کبھی تحکم سے

دلوں میں ولولۂ انقلاب زندہ ہے
خطیب نوکِ سناں! اک ترے تکلم سے

لہو لہو تھے تو تیروں کے فرش پر شہؑ نے
نمازِ شکر ادا کی عجب تیمّم سے

سحر کی روشنی ٹھہری ہے سرخرو آخر
جہاں میں تیرگی و نور کے تصادم سے

یہ سوچ کر ہی بشر کا دماغ جلتا ہے
کہ بجھ گئی ہیں ہوائیں چراغ جلتا ہے

حسینؑ آج بھی روشن ہے چاند کی صورت
اسی کے نور سے ہر دشت و راغ جلتا ہے

نجانے کس کی نظر لگ گئی جو غربت میں
ہرا بھرا یہ رسالت کا باغ جلتا ہے

سلگ رہا ہے مرا دل غمِ شہیداں میں
اُسی کا نور ہے جو یہ ایاغ جلتا ہے

نہ کیسے ہو یدِ بیضا کو رشک اس پہ سحرؔ
جو اپنے سینے پہ ماتم کا داغ جلتا ہے

تازیانہ کج کلاہی کے لئے
کربلا ہے موت شاہی کے لئے

عظمتِ کردار ہے زادِ سفر
منزلِ عرفاں کے راہی کے لئے

صبر ہی غالب ہے آخر ظلم پر
خونِ اصغرؑ ہے گواہی کے لئے

اک صدائے نعرۂ حق چاہیئے
قصرِ باطل کی تباہی کے لئے

ایک اشکِ غم ہی کافی ہے سحرؔ
فردِ عصیاں کی سیاہی کے لئے

حسینؑ وہ الم و درد کا خزینہ ہے
گراں بہا جہاں غم کا ہر اک نگینہ ہے

جلا ملے گی اسے آنسوؤں کے پانی سے
ہمارا دل کہ جو حساس آبگینہ ہے

قیامت اس سے بھلا اور بڑھ کے کیا ہو گی؟
طمانچے شمر کے اور عارضِ سکینہؑ ہے

مہک رہا ہے بہشت بریں کے پھولوں سے
حسینؑ کا جو یہ زخموں سے چور سینہ ہے

ملائکہ کے جلو میں جو لے گیا ہم کو
ہمارا اشک بھی عرشِ بریں کا زینہ ہے

سمٹ گئی ہیں سحر اس میں کس قدر صدیاں
وگرنہ یوں تو محرم بھی اک مہینہ ہے

کچھ اس ادا سے مدحتِ آلِ عبأ کروں
سدرہ پہ جبرئیلؑ کو بھی ہم نوا کروں

میری ہر ایک رگ میں رواں ہے غمِ حسینؑ
کیسے نہ ان کا ذکر میں صبح و مسا کروں؟

شامِ مسافرت کی المناک یاد میں
میں چاہتا ہوں روح کو نوحہ سرا کروں

رشکِ حرم ہے ذات تری اے شہِ زمنؑ !
تیرے قدم کی خاک پہ سجدے ادا کروں

بخشا ہے تو نے منزلِ عرفان کا یقیں
راہِ عمل میں کیوں نہ تجھے رہنما کروں؟

اشکِ الم سے کر کے وضو فرشِ روح پر
شام و سحر ادا میں نمازِ وفا کروں

۞

ہر اہلِ صدق درد کے مقتل میں ہے ابھی
شبیر جیسے عرصۂ کربل میں ہے ابھی

کیا ہو گا جب وہ سجدۂ ثانی میں جائے گا
ابنِ علیؑ تو سجدۂ اول میں ہے ابھی

گونجی تھی جو حسینؑ کے لب پر صدائے حق
وہ روشنی تو شعلۂ مشعل میں ہے ابھی

صدیاں گزر گئی ہیں مگر واقعہ یہ ہے
دنیا غمِ حسینؑ سے ہلچل میں ہے ابھی

مفہوم کیا ہے زندگی و موت کا سحرؔ
یہ مسئلہ تو مرحلہ حل میں ہے ابھی

فنا کا ہاتھ مری چشمِ نم کو چھو نہیں سکتا
غمِ دنیا کبھی سرورؑ کے غم کو چھو نہیں سکتا

نشاں عباسؑ کا اہلِ وفا ہی بڑھ کے تھامیں گے
وفا ناآشنا کوئی علم کو چھو نہیں سکتا

جوانانِ جناں کے ماننے والوں کو غم کیسا؟
جہنم کا کوئی جھونکا بھی ہم کو چھو نہیں سکتا

درِ آلِ محمد کے گداؤں کو جو حاصل ہے
کوئی سلطان اس جاہ و حشم کو چھو نہیں سکتا

بصیرت سے تہی دامن کوئی بھی بے بصر ہرگز
شہِ کونینؑ کے نقشِ قدم کو چھو نہیں سکتا

کوئی کیسا بھی ہو جو دوسخا کی انتہاؤں پر
علیؑ کے بحرِ الطاف و کرم کو چھو نہیں سکتا

سحرؔ آلِ نبی ہی میرے فکر و فن کا محور ہیں
تصور غیر کا مرے قلم کو چھو نہیں سکتا

قاری سناں پہ کوئی بھی سر ہو نہیں سکا
اس کے سوا یہ کام مگر ہو نہیں سکا

شبیر ہی نے موت کو دی ہے شکستِ فاش
پھر معجزہ یہ بار دگر ہو نہیں سکا

وہ راہ صرف زیرِ قدم ہے حسینؑ کے
جس راہ سے کسی کا گزر ہو نہیں سکا

جو لفظ اپنے خون سے شبیر نے لکھا
اک حرف بھی ادھر سے ادھر ہو نہیں سکا

طوفانِ جبر و ظلم و تشدد کے باوجود
وہ عزم کا پہاڑ تھا سر ہو نہیں سکا

نوعِ بشر کو آج تلک جس پہ ناز ہے
ابنِ علیؑ سا کوئی بشر ہو نہیں سکا

زندہ ہیں بعد موت بھی یوں تو سبھی شہید
اس کی طرح کوئی بھی امر ہو نہیں سکا

گزرے ہیں کتنے حُسن کے پیکر جہاں میں
عباسؑ ایسا رشکِ قمر ہو نہیں سکا

فرزند ہے خلیلؑ کا اپنی جگہ مگر
اکبرؑ سا نواجوان پسر ہو نہیں سکا

فتحِ مبیں ہے خیر کی تقدیر میں فقط
فاتح کسی بھی حال میں شر ہو نہیں سکا

دنیا پرست دہر نے چاہا بہت مگر
دیں کا نظام زیر و زبر ہو نہیں سکا

چشمِ عزا میں تیرتے اک اشک کا سحرؔ
ہم مرتبہ کوئی بھی گہر ہو نہیں سکا

روشن جو آج فکر و نظر کے چراغ ہیں
یہ اے حسینؑ ! تیرے ہنر کے چراغ ہیں

ہے صرف تیرے خونِ منور کی روشنی
جو آسماں پہ شمس و قمر کے چراغ ہیں

تاباں جو نقشِ پا ہیں ترے گام گام پر
منزل کی سمت راہ گزر کے چراغ ہیں

ایثار و عزم صبر و رضاؔ علم و آگہی
جتنے بھی ہیں کمالِ بشر کے چراغ ہیں

صدق و صفاء و ہمت و ایمان و بندگی
یہ سب چراغ تیرے ہی در کے چراغ ہیں

بجھ کر جنہوں نے روشنی بخشی ہے دہر کو
وہ سیدِ انام کے گھر کے چراغ ہیں

روشن ہیں یہ جو آنکھ میں اشکِ عزا سحرؔ
طاقِ دعا میں نورِ اثر کے چراغ ہیں

❁

ہر ایک ذرہ یوں ہے خاکِ پاک کا قرینِ حق
کہ کربلا کا دشتِ غم بنا ہے سرزمینِ حق

شہید کے لہو کی بوند بوند میں ہے زندگی
کہ ہے خدا کی راہ میں یہی لہو امین حق

سناں کی نوک پر یہ کہہ رہا ہے سر حسینؑ کا
جھکی ہے اور نہ جھک سکے گی ظلم سے جبینِ حق

چمک دمک بکھر رہی ہے جس کی کائنات میں
حسینؑ خاتمِ حیات کا ہے وہ نگینِ حق

یہی مرا اصول ہے یہی مرا فروع ہے
کہ حُبِ اہلِ بیتؑ ہی سحرؔ ہے اصل دینِ حق

شہیدوں کے مطہر خون کی تاثیر باقی ہے
کہ یوں خاکِ شفا کی شکل میں اکسیر باقی ہے

بیاں ہوتا چلا آیا ہے کب سے ذکر یہ پھر بھی
جہاں میں کربلا کی آج بھی تفسیر باقی ہے

نشاں عباس کا لہرا رہا ہے شان سے اب تک
وفا و عزم و استقلال کی تصویر باقی ہے

دلوں میں درد بن کر یاد اسکی چھا گئی ہر سو
وہ سورج بجھ گیا اس کی مگر تنویر باقی ہے

یہ ہے اسلام پر احسان ہمشکلِ پیمبرؐ کا
اذانوں میں مسلسل اب بھی جو تکبیر باقی ہے

حسین ابن علی کے خوں کا یہ اعجاز ہے دیکھو
شفق کے سرخ لفظوں میں جو اک تحریر باقی ہے

اثر ہے کربلا والوں کے آلام و مصائب کا
سحرؔ جو شاعری میں لہجۂ دلگیر باقی ہے